٤/٢٤٨
١١٧١

عظیم شخصیتیں

سیّد ابنِ طاؤس

طائر بلند پرواز

مؤلف

عبّاس عبیری

ترجمہ : ـــــــــــــــ سید مسعود اختر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشخصات کتاب

نام کتاب ـــــــــــ سید ابن طاؤس

مؤلف ـــــــــــ عباس عبیری

مترجم ـــــــــــ سید مسعود اختر رضوی

ناشر ـــــــــــ انتشارات انصاریان قم ایران

تعداد ـــــــــــ ۲۰۰۰

تاریخ ـــــــــــ رجب سنہ ۱۴۱۶ھ

کاتب ـــــــــــ ہندی

پریس ـــــــــــ : چھاپخانہ بہمن

فہرست

فہرست عناوین	صفحہ نمبر
فہرست	۳
حرف آغاز	۶

①

طائر قفس

طائر قفس	۱۰
درخشاں ستارہ	۱۱
تحصیل نور	۱۳
فقیہ آگاہ	۱۷
دام قضاوت	۱۸
علماء سے ارتباط	۱۹
غم کے بادل	۲۰

②

شہر پُر فریب

حرف آغاز

ثقافتی پستی کی دو بنیادیں ہیں:

(۱)— خود اپنی ثقافت کو نیچا سمجھنا

(۲)— دوسروں کی ثقافت کو بلند خیال کرنا

جب تک انسان اپنی ثقافت کو پست و حقیر خیال نہ کرے دوسری ثقافت و تمدن کا غلام نہیں بن سکتا وہ معاشرہ جو معنوی و مادی سرمایوں سے بے خبر ہو، اپنی قدر و قیمت نہ جانتا ہو وہ اپنے گراں بہا گوہر کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے فروخت کردے گا دوسروں کے ردّی مال کو بھاری قیمت دیکر احسان مندی کے ساتھ خرید لے گا۔

ایران میں حکومت شاہ بھی اسی کا شکار تھی مغرب کو علم و صنعت یہاں تک کہ دین و اخلاق میں بھی خدا جانتی تھی اس قسم کے افراد مشرق کو وحشی، جاہل، پست جانتے ہیں۔ انھیں دونوں بنیادوں کی بنا پر یہ لوگ اقتصادی و سیاسی مشکلات کا حل تلاش کرتے ہیں۔

اس شیطانی سیاست کے عروج پر پہونچنے کے بعد اچانک اسلامی امت کے بدن میں روح خدا نے جنبش لی، ایران کے اسلامی انقلاب نے بیداری کا نغمہ چھیڑ دیا۔ ایران اور دنیا کے بہت سے لوگوں نے خود اعتمادی پیدا کی مغرب کے منہ پر حقوق بشر" ڈموکریسی" آزادی کے نقاب کے باوجود اسے پہچان لیا اب اپنی اصلیت یعنی فطرت، قرآن، اسلام کی طرف بڑھنے لگے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ابھی بھی فکر، عمل، ارادہ و نظر کے لحاظ سے ہماری ملت کے بہت سے لوگ مغربی ہیں۔ اس وقت محققین و روشن فکروں کو پہچانا جا رہا ہے لیکن ابھی بھی عمومی روابط، سیمینار، اجتماعی اہمیت، علمی غرور، حکومت، اقتصاد کے لئے دوسروں کی پیروی کی جا رہی ہے۔

حد ہے کہ مغرب پر اعتقاد رکھنے والوں پر دوائیں بھی اس وقت تک اثر نہیں دکھاتیں جب تک ان کا نام مغربی نہ ہو۔

آج کھیل کود، علمی معمّے، کھیل کود کے وسائل، ورزشی وسائل صرف مغربی نام کی وجہ سے احساس برتری کرتے ہیں۔

افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی دنیا و مشرق میں بھی کفر و الحاد، استثمار کے نمونوں اور نغمۂ افتخار چیزوں کو قابل رشک سمجھا جاتا ہے۔

کیا دنیا کے نظام میں حرص، طمع، کبر، غرور، سنگدلی، بے غیرتی کے علاوہ اور کوئی معیار نہیں ہے جس سے انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جائے اور انسان اس پر فخر کر سکے ــــــ؟

کیا پندرہویں ہجری کے شاباش، بہت اچھا، واہ واہ کہنے اور تالی بجانے والے جلادوں کو مسخرہ و غرور کرنے کا حق ہے اور ان کی تنقید و تردید

(۱)

طائرِ قفس

حلّہ کے ہر گھر، در و دیوار پر ماہتاب نور افشانی کر رہا تھا، اطراف شہر کے باغ سورج کی گرمی پاکر ایک بڑے بہادر سپاہی کی طرح مضبوط ہو گئے تھے۔ حلّہ کا حاکم شہر جو تنگدستی، ناداری، فقر و تاراجی سے نجات دینے میں مشغول تھا گھروں میں بالکل خاموشی تھی بہت دور سے صرف کتّوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ابو ابراہیم[۱] پریشانی کے عالم میں آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے ان کے دل کی دھڑکن بھی تیز تھی کہ کیا آج کی رات بغیر کسی ناگوار حادثہ کے ختم ہو جائے گی ______؟ یا . . .

البتہ صرف وہی مضطرب نہیں تھے بلکہ دوسری جانب شہر کے بڑے عالم ورّام بھی آئندہ کے لئے فکر مند تھے۔ چودہ[۱۴] محرم ۵۸۹ھ کی شام دوسری شاموں کی طرح تمام ہو گی، صبح کو دوبارہ سورج روشن ہو گا ______؟ قسمت نے ایسا انتظام کیا تھا کہ ابو ابراہیم اور ورّام دونوں اس شب

۱۔ ابو ابراہیم سعد الدین موسیٰ ابن جعفر، سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کے والد ماجد تھے۔

ایک ہی چیز کی فکر میں مشغول تھے جس عورت کے یہاں ولادت ہونے والی تھی وہ ورّام کی بیٹی تھیں لہٰذا ورّام فکرمند تھے اور وہ خاتون ابوابراہیم کی زوجہ تھیں اس وجہ سے ابوابراہیم پریشان تھے۔[1]

درخشاں ستارہ

علّہ کے پارسا کی دعا مستجاب ہوئی ۱۵ محرم ۵۸۹ھ ق کو ابوابراہیم کے گھر میں بچہ کی ولادت ہوئی اس بچہ کا نام "علی" رکھا گیا[2]

علی اپنے والد بزرگوار[2] اور نانا[3] کے سایہ شفقت میں دھیرے دھیرے بڑے ہونے لگے[3] اور ابتدائی درس حاصل کیا انھوں نے جلدی ہی جان لیا کہ ان کا ربط آسمانی مخلوق سے ہے۔ تیرہ[3] پشت کے بعد ان کا سلسلۂ نسب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے[4]۔ ورّام نے ان سے بتایا کہ شیخ طوسیؒ سے

---

[1] سعد الدین ابوابراہیم موسی ابن جعفر، عالم، زاہد ورّام بن ابی فراس مؤلف "مجموعۂ ورّام" کے داماد تھے۔

[2] علی ابن موسی نام تھا، کنیت ابوالقاسم تھی، لقب رضی الدین تھا۔

[3] سلسلۂ نسب اس طرح ہے: علی ابن موسی ابن جعفر بن محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن ابی عبد اللہ محمد الطاؤوس بن اسحاق بن حسن بن سلیمان بن داؤد بن الحسن المثنی بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

وہ کیا رشتہ رکھتے ہیں؟ ان کے دادا محمد بن اسحاق بدن کے خوبصورت و پیر کے ناموزوں ہونے کی بنا پر "طاؤس" کے نام سے مشہور تھے[۱]۔ سید نے صرف ورّام ہی سے تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ انھوں نے اپنے والد بزرگوار سے بھی بہت کچھ سیکھا ہاں! انھیں حلّہ کے مرد پارسا کا سایہ زیادہ دنوں تک نصیب نہ ہوا دو محرم ۶۰۵ھ کو انھیں پہلا غم برداشت کرنا پڑا۔ (۲)

آج کے دن ورّام بن ابی فراس نے اجل کو لبیک کہا جس سے خاندانِ سادات میں کہرام بپا ہو گیا۔

عراق کے عظیم عالم کی موت سید علی کے لئے صرف نانا کا سایہ اٹھنا نہ تھا بلکہ ایک شفیق استاد سے محرومی بھی تھی اس شیعہ عالم دین نے سید کی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا سید انھیں نمونہ سمجھتے تھے کہتے ہیں: "کان جدی ورّام بن ابی فراس قدس اللہ جل جلالہ ممن یقتدی بفعلہ"۔ میرے نانا ورام بن ابی فراس، اللہ تعالیٰ ان کی روح کو شاد کرے، کا فعل نمونۂ عمل تھا۔ (۳)

۱؎ بعض مورخوں نے ابو ابراہیم موسیٰ کو شیخ طوسی کا نواسہ لکھا ہے یعنی جعفر بن محمد، موسیٰ کے والد شیخ طوسی کے داماد تھے اسی بنا پر سید بن طاؤس نے شیخ طوسی کو جدّ کہا ہے اور بعض مورخوں نے شیخ طوسی کی نسبت دوسری وجہ سے دی ہے

۲؎ ورّام بن ابی فراس سید ابن طاؤس کے نانا تھے ان کا سلسلۂ نسب جناب مالک اشتر پر منتہی ہوتا ہے حلّہ میں ان کا بہت بڑا کتب خانہ تھا اس مرد محقق نے تنبیہ الخواطر جیسی تحقیقی کتاب چھوڑی ہے جو آج "مجموعۂ ورّام" کے نام سے مشہور ہے آستان قدس رضوی سے اس کا فارسی ترجمہ نشر ہو چکا ہے۔

۳؎ سید بن طاؤس نے فرمایا کہ عقیق کے نگینہ پر خدا د معصومین علیہم السلام

تحصیل نور

۲۲ محرم ۶۰۵ھ ورّام کی مادی زندگی کا آخری دن تھا لیکن ابن طاؤوس کی علمی زندگی کا آخری دن نہ تھا انھوں نے نانا کے علاوہ پایہ کے عالم ابوالحسن علی بن یحییٰ الحناط السوراوی الحلی[۱] و حسین بن احمد السوراوی سے بھی استفادہ کیا[۲]

حلّہ کے ماہ درخشاں نے انھیں بزرگواروں سے استفادہ نہیں کیا بلکہ دوسرے علماء شیخ نجیب الدین ابن نما،[۳]

کے اسمائے مبارکہ نقش ہوں تو مردہ کے منہ میں اس نگینہ کو رکھ دیا جائے۔

[۱] علی بن یحییٰ حناط السوراوی زیادہ مشہور ہے لیکن بعض کتابوں میں "خیاط" بھی مذکور ہے یہ بہت بڑے عالم تھے انھوں نے شیخ طوسیؒ و علی بن نصر اللہ بن ہارون اور دوسرے علماء سے احادیث نقل کی ہیں سیّد بن طاؤوسؒ نے ربیع الاول ۶۰۹ھ میں ان سے نقل حدیث کا اجازہ حاصل کیا۔

[۲] حسین بن احمد السوراوی ایک بڑے شیعہ عالم تھے، محمد بن ابوالقاسم طبری کے شاگرد تھے انھوں نے شیخ طوسیؒ کی بعض کتابیں سیّد بن طاؤوس کو پڑھائی ہیں، جمادی الثانی ۶۰۹ھ میں نقل حدیث کا اجازہ عطا کیا۔

[۳] نجیب الدین محمد بن نما ایک جید فقیہ تھے ان کی ولادت علمی خاندان میں ہوئی تھی باپ کے سایۂ شفقت میں پروان چڑھے شیعوں کے راہنما و مجتہد تھے ذی الحجہ ۶۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔

سیدشمس الدین فخار بن معد الموسوی[۱]، سید صفی الدین محمد بن معد الموسوی[۲]،
شیخ تاج الدین الحسن الدربی، شیخ سدید الدین سالم بن محفوظ بن عزیزہ السوراوی[۳]،
سید ابو حامد محی الدین محمد بن عبد اللہ بن زہرہ الحلبی[۴]، شیخ نجیب الدین یحییٰ بن محمد

۱۔ شمس الدین فخار بن معد حلّہ میں پیدا ہوئے شیعوں کے بڑے عالم تھے علوم رائجہ کی تعلیم والد بزرگوار و محمد بن ادریس علی سے حاصل کی، بغداد، کربلا، نجف و کوفہ میں تعلیم حاصل کی ۶۳۰ھ میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کیا۔

۲۔ صفی الدین محمد بن معد ابن ابو جعفر معد اپنے برادر بزرگوار شمس الدین کی طرح شیعوں کے بڑے عالم تھے، خواجہ نصیر الدین طوسیؒ سے ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے آپ کے والد بزرگوار ابو جعفر معد بن فخار موسوی، ابن ادریس حلّی، ابو الفضل بن حسین حلبی، شاذان بن جبرئیل قمی، عبد الحمید بن عبد اللہ علوی حسینی، نصر بن علی بن منصور جو ابن خازن کے نام سے مشہور نحوی تھے و دوسرے علماء سے کسب فیض کیا۔

۳۔ سدید الدین سالم بن محفوظ بن عزیزہ بن وشاح حلّی سوراوی ساتویں صدی ہجری کے جیّد عالم تھے آپ محقق حلیؒ کے استاد تھے، علم کلام و فلسفہ میں استاد کامل تھے، علم کلام میں "المنہاج" نامی کتاب موجود ہے۔

۴۔ محمد بن عبد اللہ بن علی بن زہرہ حسینی حلبی شیعوں کے بہت بڑے فقیہ تھے آپ کا لقب محی الدین تھا، محقق حلیؒ و یحییٰ بن سعید حلّی نے آپ سے روایت کی ہے، خود آپ نے ابن بطریق، ابن شہر آشوب، والد بزرگوار عبد اللہ بن علی و چچا حمزہ بن علی سے روایت نقل کی ہے، آپ کی مشہور کتابوں میں سے الاربعین

السوراوی، شیخ ابو السعادات اسعد بن عبد القاہر اصفہانی[1]، سید کمال الدین حیدر بن محمد بن زید بن محمد بن عبد اللہ الحسینی[2] و سید محب الدین محمد ابن محمود[3] جو ابن نجار البغدادی کے نام سے مشہور تھے کسب فیض کیا۔ (۹)

فی حقوق الاخوان" ہے آپ نے ۵۶۶ھ قمری میں ولادت پائی تھی شہتر سال کی عمر با برکت گذارنے کے بعد انتقال کیا۔

[1] ابو السعادات اسعد بن عبد القاہر بن اسعد اصفہانی ساتویں صدی کے جید عالم دین تھے، سید ابن طاؤوس نے آپ کی تمام مصنفات و اصول کی ۶۳۵ھ میں روایت کی ہے، اکسیر السعادتین، توجیہ السوالات فی حل الاشکالات، جامع الدلائل، مجمع الفضائل، رشح الولا فی شرح الدعا، مجمع البحرین اور مطلع السعادتین آپ کی مشہور کتابیں ہیں آپ کی تاریخ وفات صفر ۶۳۵ھ نقل کی گئی ہے۔

[2] علامہ کمال الدین حیدر بن محمد بن زید بن محمد بن عبد اللہ ایک نامور عالم تھے آپ ابن شہر آشوب، علی ابن سعید بن ہبۃ الدولہ الراوندی اور عبد اللہ بن جعفر الدوریستی کے شاگرد تھے آپ کی کتاب "الغرر والدرر" مشہور ہے۔

[3] محمد بن محمود بن نجار آپ کا لقب محب الدین تھا آپ مشہور محدث و عالم تھے، علم حدیث، تاریخ و بہت سے دوسرے علم میں استاد کامل تھے، آپ نے تحصیل علم و روایات کے لئے شام، مصر، حجاز، اصفہان، مرو، ہرات نیشاپور، خراسان و دوسرے اسلامی شہروں کا سفر اختیار کیا اور تین ہزار اساتید سے کسب فیض کیا، الازہار فی انواع الاشعار، ذیل تاریخ بغداد خطیب، جنۃ الناظرین فی معرفۃ التابعین، روضۃ الاولیا فی مسجد ایلیا جیسی کتابیں آپ نے تالیف کی تھیں ۶۵ سال کی عمر میں ۶۴۳ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

واضح رہے کہ سید بزرگوار نے علمائے مذکور سے اس طریقہ سے فیض حاصل نہیں کیا تھا جس طریقہ سے آج کیا جاتا ہے بلکہ زیادہ تر نقل حدیث و قرائت حدیث کا اجازہ حاصل کیا تھا۔ لہ

آپ نے حلّہ میں گوناگون علمی مدارج طے کئے جو چیزیں لوگ کئی سال میں حاصل کرتے ہیں آپ نے ایک سال کی محنت سے حاصل کیا، دن رات کی لگن اور نانا کے عظیم کتب خانہ کے استفادہ سے آپ ایک کامیاب محقق بن گئے، دوسروں پر علمی برتری واضح تھی، خداداد استعداد، کم نظیر نبوغ، باپ کی تشویق، نانا کا بڑا کتب خانہ، دن رات کی محنت کے باعث تمام فقہ ڈھائی سال کی قلیل مدت میں ختم کردی اور استاد سے بے نیاز ہوگئے اس طرح سے انھوں نے اپنے مربّی و نانا کی نصیحتوں کو پورا کیا آپ خود کہتے ہیں:

"جب میں چھوٹا تھا میرے نانا ورّام نے مجھ سے کہا
اے بیٹا! جب کسی کام کی مصلحت دیکھ کر اسے انجام دو
تو کوشش کرو کہ اس کام کے ماہرین فن سے کم نہ رہو"[۱۰]
میں نے ڈھائی سال سے زیادہ فقہ کی تعلیم حاصل نہیں کی"[۱۱]
لوگوں نے کئی سال میں جو حاصل کیا میں نے اسے ایک
سال میں حاصل کیا"[۱۲] سب سے پہلے میں نے "الجمل والعقود"
کو حفظ کیا[۱۳] اس کے بعد "نہایہ" کو ختم کیا۔
جب میں نے کتاب کا پہلا حصہ پڑھا تبھی فقہ میں اتنا
پختہ ہوگیا کہ میرے استاد ابن نما نے مجھے اجازہ مرحمت
فرمایا مجھے وہ امور عطا کئے جس کا میں مستحق نہ تھا اس کے

بعد نہایہ کا دوسرا حصہ پڑھا پھر مبسوط کو تمام کیا۔ اب میں اساتذ
سے بے نیاز ہو گیا تھا اس کے بعد صرف نقل روایت کے
لئے اساتذہ کی خدمت میں کتابیں پڑھیں اور ان کے اقوال
پر توجہ دی"۔(۱۴)

فقیہ آگاہ

فقہ میں بلند مقام حاصل کرینے کے بعد علّہ کے بعض اساتذہ نے سید
سے خواہش ظاہر کی کہ علمائے گذشتہ کی طرح فقہ کا درس شروع کریں لوگوں
کو حلال وحرام سے آگاہ کریں، فتوے صادر کریں، اسلام جیسے مقدس دین
سے لوگوں کو روشناس کریں لیکن خاندان طاؤس کے اس مرد مجاہد نے
مثبت جواب دینے سے معذرت کا اظہار کیا کیونکہ ان کے سامنے سورۂ الحاقہ کی
آیتیں تھیں:

"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ
بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ
أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ"۔ (الحاقہ ۴۴-۴۷)

"اور اگر یہ (محمدؐ) ہم پر بعض باتوں کا افترا کرتا تو ہم
ضرور اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور ہم ضرور اس کی شہ رگ
کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس کی طرف سے
روکنے والا نہ ہوتا۔"

دل کی گہرائی سے سید اس آیت پر متوجہ تھے جس کی بنا پر وہ مقام فتویٰ سے دور رہے وہ یہ سوچ رہے تھے کہ جب خداوند عالم نے پیغمبر اسلامؐ کو اس طرح ڈرایا ہے اور خلاف احکام و خلاف واقع بیان سے روکا ہے تو فتویٰ دینے میں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی تو کبھی بھی معاف نہیں کرے گا لہٰذا انھوں نے عمیق معلومات کے باوجود اپنے کو مقام فتویٰ سے دور رکھا ہمیشہ بندہ صالح کی طرح عنایت خداوندی کے امید وار رہے۔(۱۵)

دام قضاوت

اگرچہ ابن طاؤس آبرومندانہ طور پر منصب فتویٰ ترک کر کے اپنے لئے دوسرا راستہ اختیار کر چکے تھے لیکن علّہ ایسے مرد عظیم کو کیسے چھوڑ سکتا تھا لہٰذا لوگوں نے ایک بار پھر ان کے گھر اجتماع کیا اور عرض کیا کہ منصبِ قضاوت کو قبول کریں اور علمائے گذشتہ کی طرح لوگوں کو مشکلات سے نجات دیں۔

سید ابن طاؤسؒ نے جواب میں فرمایا:

"مدتوں سے عقل اور نفس کے درمیان کشمکش جاری ہے عقل خودسازی کی دعوت دیتی ہے اور نفسِ ہوس ہلاکت و گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔ نفس، ہویٰ، ہوس و شیطان سب متحد ہو کر مجھ کو دنیا کا غلام اور آخرت سے دور رکھنا چاہتے ہیں میں نے ان دونوں دشمنوں کے

درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا عقل خرد کو حق عطا کیا میں نے عقل و ہوای نفس کو متحد کرنے کی کوشش کی لیکن نفس نے سرکشی اور عقل کی پیروی نہ کی عقل نے بھی نفس کی پیروی کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میرے لئے نفس کی اطاعت کرنا صحیح نہیں ہے۔

میں اس عمر تک دونوں کے درمیان فیصلہ کرنے، اختلاف ختم کرنے، صلح و دوستی کرانے سے قاصر ہوں، جو شخص اتنی طویل مدت میں ایک فیصلہ نہ کر سکے وہ معاشرے کے کثیر اختلافات کیسے دور کرے گا۔؟

اے لوگو! تم ایسے شخص کے پاس قضاوت کے لئے جاؤ جس کے نفس و عقل کے درمیان اختلاف نہ ہو آسانی سے شیطان کو شکست دے، خدا کی خوشنودی کے لئے قدم آگے بڑھائے ایسا شخص صحیح قضاوت کر سکتا ہے اور اختلافات کو دور کر سکتا ہے"۔ (۱۹)

علماء سے ارتباط

ابو ابراہیم جو حلہ کے مستقبل کے بارے میں فکر مند تھے اپنی زوجہ محترمہ سے مشورہ کیا کہ ابن طاؤس کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیا جائے چنانچہ ناصر بن مھدی جو شیعہ وزیر تھے ان کی بیٹی زہرا خاتون کا انتخاب کیا گیا ابن طاؤسؒ

جو مزید تحقیقی و عرفانی مراحل طے کرنا چاہتے تھے شادی کے لئے تیار نہ ہوئے۔

ابو ابراہیم باپ کی حیثیت سے اس کی شادی کی ذمہ داری پوری کرنا چاہتے تھے لیکن ابن طاؤوس شادی نہ کرنے میں بھلائی محسوس کر رہے تھے باپ بیٹے کی یہ کشمکش کافی عرصہ تک جاری رہی۔ سید ابن طاؤوس کے پاس اس کے سوا اب کوئی چارہ نہ رہا کہ حرم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں پناہ لیں انھوں نے سوچا کہ کچھ دن حرم میں رہ کر مادیت سے نجات حاصل کریں اس کے بعد خداوند عالم سے رائے طلب کریں جو حکم ہو انجام دیں۔

حرم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں رہنے کے بعد استخارہ کا نتیجہ وہی تھا جو ان کے والد ماجد چاہتے تھے اب انھوں نے شادی کے لئے آمادگی کا اظہار کیا اور جو رکاوٹ تھی وہ برطرف ہوگئی۔

کچھ دن بعد رضی الدین کی شادی متقی، پرہیزگار خاتون زہرا بنت ناصر بن مہدی کے ساتھ ہوگئی اب ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ (۱۷)

غم کے بادل

۶۲۰ھ ہجری ابن طاؤوس کے لئے غم کا سال تھا کیونکہ آج ابو ابراہیم سعد الدین، موسیٰ بن جعفر نے رحلت کی ابن طاؤوس کو داغ مفارقت برداشت کرنا پڑا۔ (۱۸)

اب ابن طاؤوس کے لئے تحقیق و تعلیم کے علاوہ ایک ذمہ داری اور بڑھ گئی وہ یہ کہ باپ نے جو کاغذات و مسودے چھوڑے تھے اس پر تحقیق

کر کے اسے تحریری صورت میں پیش کریں تاکہ مرورِ زمانہ کا شکار ہو کر نابود نہ ہونے پائیں۔

ابن طاؤوس نے بڑے احترام و اکرام سے باپ کا جنازہ اپنے جد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا اور باپ کے ادھورے کام کو پورا کرنے میں لگ گئے جتنی مختلف و جداگانہ روایتیں تھیں سب کو باب کی صورت میں منظم کیا ہر باب سے پہلے ایک مقدمہ لکھا تمام لوگوں کے استفادہ کے لئے "فرحۃ الناظر و بہجۃ الخواطر" کے نام سے پیش کیا۔ (۱۹)

(۲)

شہر پر فریب

پایہ تخت شیطان

دھیرے دھیرے رضی الدین کی شہرت پورے عراق میں ہوگئی بغداد سے بڑی تعداد میں خطوط،حلہ آنے لگے ان میں سے بعض خطوط حکومت میں رہنے والے مومنین کے تھے کہ رضی الدین ملک کے مرکز میں داخل ہوجائیں اگرچہ رضی الدین ظالم و جابر عباسی حکومت سے متنفر تھے خود ان کے اندر ذرہ برابر ہوا وہوس نہیں تھی لیکن مومنین کی دعوت پر احساس ذمّہ داری کیا اور یہ بغداد کی جانب روانہ ہوئے۔

بغداد میں مؤیدالدین محمد بن احمد بن العلقمی نے جو عباسی حکومت میں وزیر تھا رضی الدین کو خود اپنے ایک گھر میں رہنے کے لئے جگہ دی[۲۰] یہاں پر ابن طاؤس مومنین و سیاسی و مذہبی شخصیتوں سے برابر ملاقات کرتے رہتے تھے ان ملاقاتیوں میں سے ایک اسعد بن عبدالقاہر اصفہانی تھے

ان کا شمار رضی الدین کے مشائخ میں ہوتا ہے اس مرد مومن نے صفر ۶۳۵ھ میں ابن طاؤوس سے ملاقات کے لئے سفر کیا ان دونوں بزرگوں کے درمیان بہت سی علمی گفتگو ہوئی۔(۲۱)

اگرچہ سیاسی مذہبی شخصیتوں سے ملاقات کے لئے پایتخت بہت مناسب جگہ تھی اس کے ذریعہ سے رضی الدین نے عباسی خلیفہ مستنصر کے دربار میں بدر الاعجمی اور کثیر بن محمد بن محمد کی مدد کی(۲۲) لیکن ان سب کے باوجود سید نے بغداد کو شیطان کا گھر بیان کیا ہے(۲۳) خلیفہ عباسی اور ان کے درمیان جو باتیں ہوئی ہیں ان سے اس بات کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

بدبختوں کا شور

عراق کا یہ محقق جب کچھ دن بغداد میں رہ چکا تو مستنصر نے دار الخلافہ کا مقام فتویٰ جیسا منصب پیش کیا تاکہ آپ لوگوں کو اسلام کے واجبات ومحرمات سے آگاہ کریں لیکن رضی الدین خلیفہ کی اس ظاہری پیش کش کے پس پردہ خلیفہ کا اصل مقصد جانتے تھے لہٰذا خلیفہ کے یہاں حاضر ہونے اور جواب دینے کے بجائے سجدہ خالق کیا گریہ وتضرع کے ساتھ کامیابی کی دعا مانگی کہ مجھے خلیفہ کے اس شیخ الاسلامی منصب سے نجات دے گریہ وزاری ودعا نے اثر دکھایا ابن طاؤوس نے بڑی ہوشیاری وبہادری سے اس منصب کو رد کر دیا۔

ہاں! اس سے ابن طاؤوس کو کافی مشکلیں برداشت کرنی پڑیں دشمنوں

نے اپنی دشمنی اور زیادہ کردی خلیفہ کے بیمار ذہن کو مزید ورغلانے میں لگ گئے ان کی دشمنی سے اس مرد مجاہد کو کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن خدا وند عالم کی رحمت و برکت شامل حال ہوئی جس سے حالات زمانہ ابن طاؤوسؒ کے موافق ہوگئے۔(۲۴)

ایک اور کوشش

مستنصر جب اپنی پہلی کوشش میں ناکام ہوگیا تو بہت سے لوگوں کو وسیلہ بنایا تاکہ یہ مرد فقیہ نقابت[1] جیسے عہدہ کو قبول کرے ابن طاؤوس نے عذر ظاہر کیا لیکن خلیفہ پیش کش دہراتا رہا سید بن طاؤوس اور خلیفہ کے درمیان یہ کشمکش کئی سال تک جاری رہی اس مدت میں حکومت کی یہ پیش کش دوسرے ذرائع سے بھی دہرائی گئی لیکن سید اپنی بات پر قائم رہے یہاں تک کہ وزیر نے ،جو خود محبِ اہل بیتؑ تھا عرض کیا کہ :

"آپ اس منصب کو قبول کرلیجئے اور جو خدا کی مرضی ہو اس پر عمل کریئے"۔

ابن طاؤوس نے جواب دیا کہ :

---

[1] نقابت وہ بلند منصب تھا جو خلیفہ کی جانب سے اولاد ابوطالبؑ میں سب سے عظیم شخص کو عطا ہوتا تھا صاحب منصب کو نقیب کہا جاتا تھا سادات کی سرپرستی اس نقیب کی ذمہ داری ہوتی تھی۔

"تم وزارت میں رہتے ہو وہ کام کیوں نہیں کرتے جس
سے خدا راضی ہوتا ہے ؟ اگر ایسا ممکن ہوتا تو تم بھی عمل
کرتے۔"

اس بار بھی حکومت اپنے مقصد میں ناکام رہی لیکن ابھی مایوس نہ ہوئی تھی ظالموں کا آخری حربہ خوف دلانا ہوتا ہے کہ خوف دلا کر کام لیا جاسکے لیکن سید ابن طاؤس کے مضبوط ارادوں کے سامنے حکومت کا یہ حربہ بھی کام نہ کر سکا اب حکومت بالکل مایوس ہو کر بیٹھ گئی۔ مستنصر عباسی نے ابن طاؤس سے کہا کہ :

"آپ ہماری مدد نہیں کر رہے ہیں جب کہ سید مرتضیٰ
و سید رضی[1] نے حکومت وقت کے مناصب قبول کئے
تھے کیا آپ ان بزرگواروں کو ظالم خیال کرتے ہیں یا معذور
جانتے ہیں ـــــــ ؟

---

[1] سید مرتضیٰ علی ابن ابی احمد حسین طاہر بن موسی بن محمد بن موسی بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم بن جعفر علیہما السلام شیعوں کے جید عالم تھے، ادب، کلام، حکمت، لغت، فقہ، اصول، تفسیر، حدیث و رجال میں کم نظیر تھے۔ ابن اثیر کے بقول چوتھی صدی کے مروج مذہب شیعہ عالم تھے ان کے بھائی سید رضی بھی بہت بڑے عالم تھے جنھوں نے "نہج البلاغۃ" جمع کیا۔ ان دونوں بھائیوں کے حالات دو مستقل جلدوں "عظیم شخصیتوں" کے سلسلہ میں لکھے گئے ہیں۔

یقیناً معذور خیال کرتے ہیں لہٰذا آپ بھی اپنے کو
معذور خیال کرتے ہوئے حکومت میں داخل ہوجائیے اور
عہدے قبول کر لیجئے۔"

ابن طاؤس نے جواب دیا :

"ان کا زمانہ اولاد "بویہ" کا زمانہ تھا جو شیعہ بادشاہ تھے
مخالف خلفاء کے سامنے ان کے اعتقادات واضح تھے
لہٰذا حکومت میں اثر و رسوخ رکھنا رضائے الٰہی کے
مطابق تھا۔" لہ (۴۵)

اس جواب کے بعد مستنصر نے پھر کبھی نقابت کی پیش کش نہ کی ابن طاؤس سے نجات پانے کے لئے اب دوسرا بہانہ تلاش کرنے لگا۔

ندیم ابلیس

جب مستنصر بالکل ناکام ہوگیا تو اس نے ایک نیا جال تیار کیا جس سے تمام عذر کے باوجود ابن طاؤس خلافت کے جال میں گرفتار ہوجائیں خلیفہ

لہ سید ابن طاؤس نے اپنے بیٹوں کو خطاب کر کے یہ تحریر کیا ہے
. . . میں نے جو جواب سید مرتضیٰ و سید رضی کے سلسلہ میں مستنصر کو دیا وہ تقیہ و موسوی ہیبت پر حسن ظن کی بنا پر تھا ورنہ مجھے ان کے حکومت میں داخل ہونے کا معقول عذر نہیں مل سکا ہے۔

کا ہم خیال ہونے کے لئے دوست و دشمن سب نے تائید کی ان تائید کرنے والوں میں مؤیدالدین محمد بن احمد بن العلقمی شیعہ وزیر بھی تھا ابن طاؤوس کے جواب کا اس نے بڑی ہوشیاری سے انکار کیا اور سید ابن طاؤوس کو عہدہ کے لئے تیار کیا اس کی نظر میں اس عہدہ کو قبول کرنے سے سید ابن طاؤوس کے لئے نہ دنیاوی اور نہ معنوی نقصان تھا بلکہ شیعیان علیؑ کے حکومت میں اثر و رسوخ پیدا کرنے کا بہترین موقع تھا۔

حلّہ کے اس مرد مجاہد نے اس منصب کو قبول کرنے میں اپنی ہلاکت کا یقین کر لیا ایک خصوصی ملاقات میں وزیر کے بیٹے کو بیدار کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر میں خلیفہ کا ہمنشین بن جاؤں اور اس کا راز تم باپ بیٹے پر فاش نہ کروں تو تم مجھ پر تہمت لگاؤ گے کہ میں نے جو کچھ سنا اسے تمہارے سامنے بیان نہ کیا لہٰذا تم میرے دشمنوں میں ہو جاؤ گے اور دشمنی کا جو انجام ہوتا ہے اسے تم خوب جانتے ہو"۔(۳۶)

واضح ہے کہ یہ باتیں وہ تمام حقیقتیں نہ تھیں جو سید ابن طاؤوس خلیفہ کے متعلق جانتے تھے اور وزیر کے بیٹے کو بتانا بھی نہیں چاہتے تھے لیکن اتنی ہی گفتگو کافی تھی اب دوستوں نے اصرار نہ کیا اور اس دور اندیش شخص کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

دشمن کا خنجر

مغلوں کی مسلسل کامیابی سے خلیفۂ وقت سخت پریشان تھا لہٰذا بادشاہ
نے ایک تدبیر سوچی کہ سید ابن طاؤوس کو جو مشہور دانشور تھے سفیر کے عنوان
سے مغل بادشاہ کے پاس بھیجے چنانچہ جب خلیفہ کا پیغامبر سید بن طاؤوس کے
پاس پہونچا اور انھیں درمیان میں رکھنے کی کوشش کی تو سید نے فوراً انکار
کر دیا اور وضاحت کے طور پر کہا :

"اس سفیری کا انجام سوائے ندامت کے اور کچھ
نہیں ہے کیونکہ اگر کامیاب رہا تو مجھے افسوس ہوگا اور
اگر کامیاب نہ ہوا تب بھی افسوس ہوگا۔"

خلیفہ کے ایلچی نے ملتجی ہو کر پوچھا "وہ کس طرح ؟" صاف گو سید نے
جواب دیا :

"اگر خدا کی مرضی شامل حال رہی اور میری کوشش
بار آور ہوئی تو تم مجھ سے دست بردار نہیں ہو گے اور
میری زندگی کے آخری لمحات تک سفارت کا کام مجھ
سے لو گے اور میں عبادت و بندگی سے محروم ہو جاؤں
گا اور اگر میں کامیاب نہ ہوا تو میری عزت خاک میں
ملا دو گے، میرے اوپر سختی و مشکلیں ڈالی جائیں گی لہٰذا
میں نہیں چاہتا کہ میری عزت چلی جائے اور مجھے سختیاں

برداشت کرنی پڑیں اس وجہ سے مجھے معذور رہنے دو۔(۲۷)
اس کے علاوہ اگر میں سفیر بن کر جاؤں تو ممکن ہے دشمن
یہ افواہ پھیلا دیں کہ ابن طاؤس مغل بادشاہ کے پاس اس
لئے گئے ہیں تاکہ ان سے مل کر سنّی بادشاہ (مستنصر) کو
سرنگوں کریں اور تم بھی اس افواہ کو صحیح جان کر میرے
دشمن بن جاؤ اور مجھے قتل کر دو۔"

بعض حاضرین مجلس نے کہا:

"آپ کے پاس کیا بہانہ ہے جب کہ یہ خلیفہ کا حکم ہے؟"

سید ابن طاؤس نے ہمیشہ کی طرح جواب دیا:

"میں خدا سے مشورہ کروں گا اس لئے کہ تمھیں معلوم
ہے میں کوئی قدم بھی استخارہ کے بغیر نہیں اٹھاتا۔"

آپ نے سب کے سامنے قرآن مجید کھولا اور آیت تلاوت کی جس میں صاف صاف تھا کہ یہ سفر بہتر نہیں ہے۔ اب تمام لوگوں پر واضح ہوگیا کہ خلیفہ کے فرمان کو کس وجہ سے قبول نہیں کر رہے ہیں۔ لہ (۲۸)

بیمار ہرقل

سید ابن طاؤس اعزاء و اقرباء سے ملاقات پر بہت اہمیت دیتے

لہ سید ابن طاؤس نے خلیفہ سے پہلے ہی خراسان کے سفر کی اجازت لے لی تھی لیکن اب اس کے بعد اس سفر سے بھی منصرف ہوگئے۔

تھے لہٰذا برابر ان سے ملاقات کے لئے حلّہ جایا کرتے تھے ایک سفر کے دوران اسماعیل نامی نوجوان نے آپ سے ملاقات کی تاکہ آپ اس کی بیماری کا علاج کر سکیں۔

سید نے محبت والفت کی نگاہ ڈالی اور جوان سے پوچھا: "تمھا کیا نام ہے؟"

جوان : اسماعیل بن حسن

سید : کہاں سے آرہے ہو؟

جوان : ہرقل سے

سید : کیا مشکل ہے؟ تمھارے جیسے جوان کا مرجھایا ہوا چہرہ بڑا عجیب لگ رہا ہے۔

اسماعیل نے جو اپنے بائیں پیر سے کپڑوں کی پٹی کھول رہا تھا جواب دیا:

"میرے بائیں پیر میں ایک پھوڑا ہو گیا ہے جو ہر سال موسم بہار میں بڑا تکلیف دہ ہو جاتا ہے خون و مواد بہت زیادہ آتا ہے اس کے درد سے میں بہت پریشان ہوں کل میرے ایک دوست نے بتایا کہ دانشمند وانسان دوست اپنے احباب سے ملاقات کے لئے عراق سے حلّہ جارہا ہے جو بہت مہربان ہے تم اس کے پاس جاؤ یقیناً وہ تمھاری مدد کرنے سے پیچھے نہیں ہٹے گا لہٰذا میں آپ سے ملاقات کے لئے آگیا کہ شاید آپ میرے لئے راہ نجات تلاش کر سکیں"۔

سید نے زخم کو دیکھا شہر کے جرّاحوں کو بلایا شہر کے مشہور جرّاح جمع

ہو گئے اور اسماعیل کے زخم کا معائنہ کیا۔ ابن طاؤوس آخر وقت تک وہیں بیٹھے رہے جراحوں سے مخاطب ہو کر کہا: "کیا جراحی ضروری ہے؟"

جراحوں میں جو سب سے سن رسیدہ معلوم ہوتا تھا اس نے فکر بھرے لہجہ میں جواب دیا:

"یہ پھوڑا ایک بہت اہم رگ پر ہے اس کا علاج صرف جراحی کر کے اسے نکال دینا ہے۔"

اسماعیل جو اس درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک ایک منٹ گن رہا تھا فوراً بول پڑا:

"آپ فوراً اس کا آپریشن کر ڈالیئے جتنا بھی درد ہوگا میں برداشت کروں گا ایک بار کا درد برداشت کرنا ہمیشہ کے درد سے اچھا ہے۔"

جرّاح نے جواب دیا:

"ہاں! ہم بھی تمھارے علاج کے خواہاں ہیں لیکن ایک چیز ہمارے لئے مشکل بن گئی ہے۔"

سید نے مضطرب ہو کر پوچھا: "وہ کون سی مشکل ہے؟"

جرّاح نے جو اسماعیل کا زخم دیکھنے میں مشغول تھا جواب دیا:

"مشکل یہ ہے کہ پھوڑا ٹھیک اہم رگ پر ہے میرا اور میرے ساتھیوں کا گمان ہے کہ ممکن ہے آپریشن کے وقت رگ پھٹ جائے اور مریض مر جائے چونکہ یہ خطرناک کیس ہے لہٰذا ہم ہاتھ لگانا نہیں چاہتے۔"

سب جرّاح یہ جواب دے کر ہرقل کے بیمار کو تڑپتا چھوڑ کر سید کے گھر سے چلے گئے۔ اسماعیل نے بکھرے ہوئے کپڑوں کو دوبارہ زخم پر باندھا اور چلنے کے لئے تیار ہوا۔ سید نے ایک باپ کی طرح محبت سے کہا :

"نہیں! اسماعیل تم مایوس نہ ہو میں عنقریب بغداد جاؤں گا تم یہیں قیام کرو تاکہ تمھیں بھی ساتھ لے چلوں شاید بغداد کے ڈاکٹروں کا تجربہ زیادہ ہو اور وہ تمھارے زخم کا علاج کر سکیں۔"

یہ مردِ متقی اسماعیل کو لے کر بغداد آیا اپنے اثر و رسوخ سے استفادہ کرتے ہوئے بغداد کے مشہور و ماہر جرّاحوں کو جمع کیا لیکن سید کی یہ کوشش بھی ناکام رہی کیونکہ تمام جرّاحوں نے حلّہ کے جرّاحوں کی تائید کرتے ہوئے آپریشن کرنے سے انکار کر دیا۔

اب ہرقل کا یہ بیمار ناامید ہو کر خون آلود کپڑوں کو زخم پر باندھ کر گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ سید نے شفیق باپ کی طرح اسماعیل کی گردن پر ہاتھ پھیرا اور کہا :

"غمگین نہ ہو یہ زخم لاعلاج نہیں ہے، نماز کے لئے بھی تم زیادہ زحمت نہ کرو خداوند عالم اسی خون بھرے کپڑے میں تمھاری نماز قبول کرے گا، تم جب تک یہاں رہنا چاہو رہ سکتے ہو۔"

ہرقل کے مغموم جوان نے سیّد کی کوششوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :

"میں سامرا جاؤں گا امام معصوم سے دعا کروں گا۔"

خدا حافظی کر کے سید کی دعاؤں کے ساتھ سامرا چلا گیا۔(۲۹)

دشت سامرا کے سوار

اسماعیل کے بغداد سے چلے جانے کے بعد وزیر کے بیٹے نے سید بن طاؤوس کو اپنے دفتر میں بلایا اور کہا:

"دونوں نہروں کے ناظر نے خبر دی ہے کہ ہرقل کے
ایک جوان نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے مہدی علیہ السلام
کی زیارت کی ہے۔ اس خبر سے شہر میں ایک ہنگامہ ہے
یہ وہی جوان ہے جو کچھ دن پہلے آپ ہی کے یہاں مقیم تھا
لہٰذا مناسب ہے کہ جلد سے جلد آپ اس خبر کی تحقیق
کریں اور ہمیں آگاہ کریں۔"

ابن طاؤوس نے وزیر کے بیٹے کو مثبت جواب دیا اور گھر آ گئے تاکہ مقدمات سفر فراہم کریں اور تحقیق کا کام شروع کریں لیکن بغداد میں شیعیان علیؑ کے درمیان جو خبر مشہور تھی اس نے تمام تحقیقی امور سے نجات دلا دی خبر یہ تھی کہ کل صبح اسماعیل بغداد آئے گا۔

دوسرے دن صبح ابن طاؤوس چند دوستوں کے ساتھ مرکزی پل پر جمع ہو گئے تاکہ شہر میں آنے والے جوان سے ملاقات کریں اور خبر کی تصدیق یا تکذیب کریں۔ جب ابن طاؤوس پل پر آئے تو ایک جم غفیر دیکھا ان کے ساتھیوں میں سے ایک نے راستہ چلنے والے سے پوچھا: "کیا خبر ہے؟" اس نے جواب دیا: "تمھیں نہیں معلوم؟ کیا تم بغداد کے رہنے والے نہیں ہو جس مرد نے حضرت مہدی علیہ السلام کی زیارت کی ہے وہ یہاں آچکا ہے

لوگوں کا ہجوم اس لئے ہے کہ اس کی زیارت کریں اور اس کے بدن کا کچھ کپڑا تبرک کے عنوان سے حاصل کریں خدا کرے اس بڑے مجمع سے اسے کوئی نقصان نہ ہو“۔

ابن طاؤوس کے کانوں میں مسافر کی یہ آواز جیسے ہی پہنچی اپنے کو مجمع میں پہنچا دیا دوستوں نے اطراف سے لوگوں کو ہٹایا ابن طاؤوس نے آنے والے مسافر سے سوال کیا: ”وہ شفا حاصل کرنے والا شخص تو ہی ہے جس سے شہر میں ایک ہنگامہ ہے؟“

مرد نے جواب دیا: ”جی ہاں!“

سید گھوڑے سے اتر کر جوان کے قریب آئے دیکھا اور کہا:

”ارے اسماعیل! تم ہو؟ لاؤ تمھارا زخم دیکھوں“۔

ہرقلی جوان نے بائیں ران سے کپڑا ہٹا دیا ابن طاؤوس نے جیسے ہی دیکھا بے ہوش ہو گئے دوستوں نے کوشش کر کے غشی سے نجات دلائی (۳۰) اسماعیل کو عزت و احترام سے اپنے گھر لائے سفر کی خستگی دور ہونے کے بعد ابن طاؤوس نے جوان سے پوچھا:

”اے اسماعیل! سفر کی داستان و زخم مندمل ہونے کی بات بغیر کسی کمی و زیادتی کے ساتھ بیان کرو اس لئے کہ میں منتظر ہوں“۔

اسماعیل نے گردن جھکا کر داستان اس طرح شروع کی:

”اے ہمارے محسن! مجھے ابھی تک آپ کی نیکیاں یاد ہیں میں کبھی بھی انھیں بھلا نہیں سکتا جب آپ کی وہ

تمام کوششیں ناکام ہوگئیں جو آپ نے میری نجات کے
لئے کی تھیں اور بغداد کے طبیبوں نے بھی وہی جواب دیا جو
حلّہ کے طبیبوں نے جواب دیا تھا میں نے ناامید ہو کر آپ
سے کہا تھا کہ اب میں سامرا جا رہا ہوں۔

سامرا میں سب سے پہلے میں نے امام علی النقی و
امام حسن عسکری علیہما السلام کی زیارت کی اس کے بعد
سرداب[1] کی زیارت کی تمام رات اسی سرداب میں گریہ
وزاری کرتا رہا امام زمانہؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے مولیٰ!
میری مدد کیجئے خدا کی بارگاہ میں میرے لئے دعا کیجئے صبح دریا کے
کنارے گیا کپڑوں کو پاک کیا زیارت کے لئے غسل کیا
ایک لوٹا پانی بھرا اور حرم کی جانب روانہ ہوا تاکہ دونوں معصوموںؑ
کی زیارت کروں لیکن میں ابھی حرم معصومؑ تک نہیں پہنچا
تھا کہ اچانک چار سواروں کو دیکھا میں نے خیال کیا کہ سامرا کے

---

[1] امام حسن عسکری علیہ السلام کی رحلت کے بعد امام زمانہؑ نے غسل و
کفن دیا نماز پڑھائی اور دفن کیا اب ہر وقت حکومت کی نگاہ آپ پر تھی کہ
گرفتار کر کے شہید کر دیا جائے ایک بار جب دشمن گرفتاری کے لئے آئے
تو سیڑھیوں سے نیچے اترے اور ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے
بعض مؤرخوں کے مطابق آپ ۱۰ رشوال ۲۶۲ھ میں سرداب گئے تھے اس
کے بعد سے یہ سرداب شیعوں کی زیارت گاہ بن گیا۔

اطراف میں رہنے والے ہوں گے اس لئے کہ سامرا کے
اطراف میں بھی آبادی ہے۔

جب چاروں سوار قریب آئے تو میں نے دیکھا کہ دو جوان ہیں اور تلوار لئے ہیں ایک سن رسیدہ سوار تھا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا چوتھے سوار کے بغل میں تلوار لٹک رہی تھی وہ ردا جیسی چیز اوڑھے تھا، سر پر عمامہ تھا، ہاتھ میں نیزہ تھا جب وہ سوار میرے پاس آئے تو سن رسیدہ سوار میری داہنی طرف کھڑا ہوا نیزہ کا آخری سرا زمین پر تھا دو جوان میری بائیں جانب تھے چوتھا جوان سامنے کھڑا ہو گیا سب نے سلام کیا۔

میں نے سلام کا جواب دیا جو جوان میرے سامنے کھڑا تھا اس نے سوال کیا" کیا تم کل چلے جاؤ گے؟" میں نے جواب دیا: جی ہاں! جوان نے کہا" آگے آؤ دیکھوں کون سی چیز ہے جس سے تم پریشان ہو؟" میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ابھی غسل کر کے آیا ہوں ابھی کپڑا بھی گیلا ہے یہ لوگ بادیہ نشین ہیں نجاست وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتے ممکن ہے نجس ہوں لہٰذا ان کا ہاتھ نہ لگے تو بہتر ہے۔

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ جوان آگے جھکا مجھے آگے کیا اور زخم پر ہاتھ رکھا اور دبایا کہ مجھے درد کا احساس ہوا

پھر خود گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ سن رسیدہ مرد نے کہا: "اسماعیل
تمھیں درد سے نجات مل گئی تم کامیاب ہو"۔ میں نے جب
اپنا نام سنا تو بڑا تعجب ہوا میں نے جواب دیا: آپ بھی
کامیاب ہیں۔ سن رسیدہ شخص نے پھر کہا: "امامؑ ہیں امامؑ!
میں نے دوڑ کر رکاب کا بوسہ لیا امام چلنے لگے میں
گریہ کرتے ہوئے ان کے پیچھے چلنے لگا۔ حضرت نے فرمایا:
"واپس جاؤ" میں نے جواب دیا: کسی بھی صورت میں آپ
سے علیحدہ نہیں ہوں گا۔ امامؑ نے دوبارہ فرمایا: "واپس جاؤ
اسی میں تمھاری بھلائی ہے"۔ میں نے عرض کیا: کسی بھی
طرح آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ سن رسیدہ مرد نے کہا:
"اسماعیل! تمھیں شرم نہیں آتی امام زمانہ نے دو بار کہا واپس
جاؤ لیکن تم نے مخالفت کی۔

میں بہت متاثر ہوا وہیں رک گیا تھوڑا سا فاصلہ ہوگیا
حضرت نے میرے اوپر لطف کیا فرمایا: "جب تم بغداد پہنچو گے
مستنصر تمھیں طلب کرے گا ہدیہ و تحفہ بھی دے گا لیکن
تم قبول نہ کرنا میرے فرزند رضی الدین کے پاس جانا اور
کہنا کہ تمھارے اور علی ابن عوض کے بارے میں کچھ تحریر
کرے میں اس سے کہتا ہوں کہ تمھیں جو بھی چاہیے پورا کرے"۔
اس کے بعد ہماری گفتگو ختم ہوگئی اور وہ حضرات مجھ
سے جدا ہو گئے۔ میں اتنی طولانی مدت کے بعد ملاقات

اور فوراً جدائی سے افسوس کی حالت میں گھنٹوں بیٹھا تھا
پھر حرم مطہر آیا لوگوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا کہا: تمھارے
اندر عجیب تغیّر ہے کیا کسی چیز کی تکلیف ہے؟

میں نے جواب دیا: نہیں! لیکن تم یہ بتاؤ کہ جو سوار ابھی
یہاں سے گذرے ہیں تم نے انھیں دیکھا ہے؟ جواب
دیا: وہ لوگ اطراف کے رہنے والے بادیہ نشین ہیں جو
سامرا میں رہتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں! وہ بادیہ نشین نہیں
تھے بلکہ ان میں سے ایک امام زمانؑہ تھے۔ پوچھا: کون؟
وہ جو سن رسیدہ تھے یا وہ جو جوان اور ردا اوڑھے تھے؟
میں نے جواب دیا: وہی جوان جو ردا اوڑھے تھے۔

لوگوں نے کہا: تم نے اپنا زخم انھیں دکھایا؟ میں نے
جواب دیا: ہاں! امامؑ نے میرے زخم پر ہاتھ بھی رکھا تھا
میں نے درد بھی محسوس کیا تھا اب میں نے اپنا پیر دیکھا زخم
کا نام ونشان بھی نہ تھا میں بہت حیران وپریشان تھا میں
نے دوسرا پیر بھی دیکھا زخم نہ تھا لوگوں نے مجھ پر ہجوم کر دیا میرا
کپڑا بھی نوچ ڈالا اگر کچھ لوگ مجھے نجات نہ دلاتے تو میں
ہجوم میں دب کر مر جاتا دونوں نہروں کے درمیان جو
محافظ تھا اس نے بھیڑ دیکھ کر مسئلہ کی سنگینی کا احساس کیا
اور پوری تفصیلات مرکز کو روانہ کی۔

شب میں نے سامرا میں بسر کی صبح کو بہت سے

لوگوں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوا دوسرے دن بغداد
کے پل پر پہونچا تو بہت سے لوگ جمع تھے جو مسافروں کے
نام و نسب معلوم کر رہے تھے میں نے جیسے ہی اپنا نام
بتایا لوگوں نے ہجوم کر دیا میرے لباس کو پارہ پارہ کر ڈالا (۳۱)
لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ عنقریب میرا دم گھٹ جائے اتنے
میں آپ آگئے اور مجھے موت کے منہ سے بچا لیا۔"

ابن طاؤوس گردن جھکا کر ساری داستان سنتے رہے سر اوپر کر کے کہا:

"آؤ مؤید الدین ابن علقمی کے پاس چلیں جیسے ہی ناظم بین
نہرین کا خط اسے ملا فوراً اس نے مجھ سے درخواست کی کہ
میں اس واقعہ کی تحقیق کروں اور نتیجہ کا اعلان کروں۔"

اشک ابو جعفر (مستنصر)

محمد بن احمد بن علقمی مستنصر کا وزیر اپنے دفتر میں بیٹھا تھا ہمیشہ کی طرح حکومت کے کام میں مشغول تھا کہ ابن طاؤوس و اسماعیل داخل ہوئے مؤید الدین فوراً کھڑا ہو گیا ابن طاؤوس کا خاص احترام کیا اور پوچھا: "وہ مرد یہی ہے؟"

ابن طاؤوس نے جواب دیا:

"ہاں! اسماعیل بن حسن ہے کہا: اے اسماعیل! یہ
مرد جو سامنے کھڑا ہے میرا بھائی اور میرا سب سے قریبی
دوست ہے۔"

وزیر جو صرف داستان سننے کا منتظر تھا اسماعیل سے درخواست کی کہ وہ داستان سنائے ہرقل کے جوان نے اپنی داستان سنادی۔

ابن العلقمی نے داستان سننے کے بعد فوراً حکومت کے آدمیوں کو بغداد کے ماہر ڈاکٹروں کے پاس بھیجا سب کو اپنے یہاں جمع کیا سوال کیا "تم سب لوگوں نے اس مرد کے زخم کا مشاہدہ کیا ہے؟"

جواب دیا: ہاں!

پوچھا: اس کا علاج کیا ہے؟

جواب دیا: سوائے اس پھوڑے کے نکالنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے لیکن اس کے زندہ بچنے کا احتمال بہت کم ہے۔

وزیر نے پھر کہا: فرض کرو کہ اس کے زخم کا علاج کیا جائے اور یہ بچ جائے تو اس زخم کے ٹھیک ہونے میں کتنی مدّت لگے گی؟

ایک شخص جو ڈاکٹروں کا استاد معلوم ہوتا تھا تھوڑا سا غور کرنے کے بعد جواب دیا: زخم کے ٹھیک ہونے میں کم از کم دو ماہ ضرور لگیں گے یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ زخم کی جگہ پر سفید نشان باقی رہے گا اور وہاں کبھی بھی بال نہیں اگیں گے۔

وزیر نے پھر پوچھا: تم لوگوں نے رضی الدین ابوالقاسم علی بن موسیٰ کے گھر میں کتنے دن پہلے اس کے زخم کو دیکھا تھا؟

جواب دیا: دس دن پہلے۔

اب وزیر نے سید ابن طاؤوس کے سامنے خوش نصیب ہرقلی کی ران سے کپڑا ہٹا کر ڈاکٹروں سے کہا کہ وہ دوبارہ زخم دیکھیں ڈاکٹروں نے تعجب

کے عالم میں اسماعیل کا پیر دیکھا داہنے پیر سے بھی کپڑا اٹھایا کہ شاید زخم وہاں ہو لیکن سوائے صحت و سلامتی کے انھیں کچھ نہ ملا ان طبیبوں میں ایک عیسائی تھا اس نے نعرہ بلند کر کے کہا: خدا کی قسم یہ کام عیسٰی بن مریمؑ کا ہے۔

وزیر نے کہا: میں جانتا ہوں یہ معجزہ کس کا ہے۔

کچھ دن بعد یہ داستان مستنصر کو معلوم ہوئی اس نے وزیر کو طلب کیا وزیر اسماعیل کے ساتھ آیا مستنصر نے ہرقل سے پوری داستان سنی مستنصر نے خادم کو حکم دیا کہ ایک ہزار سونے کے سکے حاضر کئے جائیں سکے حاضر ہوئے مستنصر نے کہا: "یہ ہزار سکے تمھارے ہیں اسے لے لو اور اپنی مادی مشکلات برطرف کرو۔"

اسماعیل نے جواب دیا: نہیں لے سکتا۔

خلیفہ نے سوال کیا: "کس کا ڈر ہے"؟

اسماعیل نے جواب دیا: اس کا جس نے مجھے بیماری سے نجات دی اس نے فرمایا تھا کہ ابوجعفر (مستنصر) سے کچھ بھی نہ لینا مستنصر سخت مضطرب ہوا اور آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ (۳۴)

عرفات کا تحفہ

حلّہ کا مرد مجاہد ابن طاؤوس صرف ایک بار عراق کی سرزمین سے باہر نکلا اگرچہ تاریخ نے ابن طاؤوس کے زیادہ طولانی سفر کو بیان نہیں کیا ہے لیکن بہت سے مدارک و اسناد سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ سفر ۶۲۷ھ میں حج

کی غرض سے مکہ کی جانب ہوا تھا۔ پندرہ[۱۵] سال عراق رہنے کی مدت میں یہ طولانی سفر تھا۔ (۴۳)

عراق کے عارف کامل کا یہ ملکوتی سفر جس میں بہت سے ابہام دور ہوئے تھے لیکن کسی بھی کتاب میں اس کی تفصیل موجود نہیں ہے اس سفر میں آپ بہت زیادہ خوش تھے عرفات میں قیام کے دن سے آخری مدت تک اپنے کفن کو ایک خاص طریقہ سے ہاتھوں پر بلند کیا تھا پھر اس کفن کو حجر اسود و قبر نبیؐ و دوسرے ائمہؑ کی ضریح اقدس پر رکھ کر اسے متبرک کیا اس سفر کا سب سے قیمتی تحفہ یہی تھا جو آپ لائے تھے۔ (۴۴)

بہترین یادیں

لوگوں کی بہت بڑی تعداد آپ سے معنوی فائدہ اٹھانے کے لئے ملاقات کو آئی تھی یا خود آپ کو اپنے یہاں لوگ مدعو کرتے تھے ان مواقع پر دوست اور دشمن کی شناخت بہت مشکل ہوتی تھی اس وقت آپ کا سہارا قرآن ہوتا تھا جس سے آپ سیاست دانوں کے چنگل سے محفوظ رہتے تھے ابن طاؤوس کی ایک تحریر جو اس سلسلہ میں ہے ممکن ہے مفید ثابت ہو۔

"جس وقت میں بغداد کے مغرب میں رہتا تھا ایک صاحب منصب نے مجھے دعوت دی میں نے استخارہ دیکھا تو لا تفعل (انجام نہ دو) آیا لہٰذا میں وہاں نہیں گیا مجھے بعد میں معلوم ہو گیا کہ اس ملاقات میں میرے لئے

بہتری نہیں تھی"۔ (۳۵)

سید ابن طاؤوس سے علمی استفادہ کے لئے محققین وسیاسی دشمنوں کے علاوہ آپ سے ملاقات اور وعظ ونصیحت کی غرض سے نادان قسم کے دوست بھی عراق آتے تھے جیسا کہ ایک دن ایک دوست نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا :

"ائمہ معصومینؑ نے اپنے دور کے خلفاء وسلاطین سے ربط رکھا لہٰذا ہمارا ارتباط بھی خلفاء سے غیر مناسب نہیں ہے"۔

ابن طاؤوس نے جواب دیا :

"ہمارے ائمہؑ ان سے ربط رکھتے تھے لیکن ان کے دل میں سلاطین کے لئے ویسی ہی نفرت تھی جیسی خداوند عالم چاہتا ہے لیکن کیا آپ بھی ویسے ہی ہیں؟ خصوصاً اس وقت جب بادشاہ وقت آپ کی ضرورتوں کو پورا کرے آپ کو اپنا خاص قرار دے، آپ کے ساتھ نیکیاں کرے تو کیا آپ خلیفۂ وقت سے روگردان اور ناراض رہیں گے ــــــ؟"

دوست نے جواب دیا :

"آپ صحیح فرماتے ہیں محتاجوں اور ناتوانوں کا بادشاہوں کے پاس حاضر ہونا اور اہل کمال ومعرفت کا بادشاہوں کے پاس حاضر ہونا ہرگز برابر نہیں ہے"۔ (۳۶)

گمراہوں کے لئے ہادی

جس طرح رسول اکرمؐ کا وجود مبارک گمراہوں کے لئے باعث برکت و ہدایت تھا اسی طرح ابن طاؤوس کا وجود بغداد میں ایک نعمت تھی آپ کے منطقی دلیلوں ومضبوط استدلالوں سے بہت سے گمراہ لوگ توبہ کر کے درِ اہلبیتؑ سے متمسک ہو گئے تھے۔

حلہ کے اس مرد میدان کے تمام مناظرات لکھنے کے لئے خود ایک مستقل کتاب چاہیئے اس مختصر کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ہے لیکن ہم یہاں صرف اشارہ کریں گے جس سے ابن طاؤوس کی ہمّت و دلیری کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک دن ایک شخص آیا کہنے لگا:

"ہمارا ایک دوست ہے جس نے اہلبیت علیہم السلام کو چھوڑ دیا ہے اس شخص کی پیروی کرنے لگا ہے جو اہلِ بیتؑ کے مقابلہ میں خود اپنے کو فقیہ خیال کرتا ہے آپ اس سے بحث ومناظرہ کیجیئے شاید پھر حق پر آجائے"۔

ابن طاؤوس نے اسے بلا کر کہا:

"روز قیامت اگر حضرت رسول اکرمؐ تم سے سوال کریں کہ اتنے فقہاء کے ہونے کے باوجود تم نے فلاں فقیہ کی پیروی کیوں کی تو کیا تمھارے پاس قرآن وسنّتِ رسولؐ سے

اس کا جواب ہے ؟ کیا مسلمانوں کو معلوم نہیں ہے کہ ان کا
جو امام اور فقیہ بن بیٹھا ہے وہ حق پر ہے یا باطل پر ؟ تم جس
کی پیروی کر رہے ہو اس نے تعلیم کس سے حاصل کی ہے ؟
اس فقیہ سے پہلے جن لوگوں نے حق حاصل کر لیا تھا
ان ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کیوں نہ کی جائے ــــــ ؟"

اس شخص نے جواب دیا کہ :

"حضرت رسول اکرمؐ کے اس سوال کا جواب میرے پاس
نہیں ہے"۔

ابن طاؤوس نے فرمایا :

"اگر پیروی و تقلید کرنی ہے تو اہلبیتؑ کی پیروی کرو اس
لئے کہ اہلبیتؑ تمام لوگوں سے افضل و برتر ہیں ان کے
پاس وہ علوم ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں"۔

اس شخص نے فوراً توبہ کی اور اہلبیتؑ کے دوستوں میں شامل ہوگیا۔ (۳۷)

ایک دن ایک اور شخص آیا جو اہلبیتؑ کے مقابلہ میں ایک دوسرے فقیہ کی
تقلید و پیروی کرتا تھا ابن طاؤوس نے سوال کیا :

"تم جس کی پیروی کر رہے ہو وہ افضل ہے یا وہ لوگ
جو اس فقیہ سے پہلے تھے یقیناً تم یہی کہو گے کہ جو لوگ
اس فقیہ سے پہلے تھے وہ افضل و برتر تھے کیونکہ ان کا
زمانہ حضرت رسول اکرمؐ سے قریب تھا"۔

اس نے جواب دیا :

"یقیناً وہی لوگ افضل و برتر ہیں جو لوگ اس فقیہ سے
پہلے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا زمانہ رسول اکرمؐ سے قریب تھا۔"

ابن طاؤوس نے فوراً جواب دیا:

"پس تم افضل لوگوں کو چھوڑ کر ایسے فقیہ کی پیروی کیوں
کرتے ہو جس کا مقام بہت پست ہے"۔

اس شخص نے اس منطقی دلیل کے سامنے سر جھکا دیا فقیہ مذکور کی پیروی کرنے سے دست بردار ہو کر اہل بیت اطہارؑ کے چاہنے والوں میں ہوگیا۔ (۳۸)

ایک بار زیدی مذہب کا ایک شخص سید ابن طاؤوس کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"شیعہ حضرات بغیر دلیل کے مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں
اپنے عقائد سے دست بردار ہو جاؤں"۔

ابن طاؤوس نے جواب دیا:

"میں علوی حسنی[1] ہوں اگر میرے لئے زیدیہ کی حقانیت
ثابت ہو جائے تو دنیا و آخرت دونوں کے لئے فائدہ ہی
فائدہ ہے ممکن ہے کہ میں حکومت پر بھی قابض ہو جاؤں تمام
کامیابیاں مجھے نصیب ہو جائیں لیکن میرے پاس زیدیہ کے
برحق ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
کوئی بھی عاقل قبول نہیں کرے گا کہ پیغمبر اسلام معجزات

---

[1] امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھنے والے سادات کا احترام زیدی حضرات بہت زیادہ کرتے ہیں۔

لے کر آئے اور اتنی زیادہ زحمتیں برداشت کرنے کے بعد خدا
وند عالم ہدایت کے فریضہ کو یوں ہی چھوڑ دے رسول اکرمؐ
نے اتنی زحمتیں برداشت کیں پھر بھی اسلام کی بنا و اساس
ظن و گمان پر برقرار ہو"۔

زیدی مرد نے کہا:

"کون زیدی مدعی ہے کہ اسلام کی بنیاد ظن و گمان پر ہے؟"

سید ابن طاؤس نے جواب دیا:

"تم ! تمھارا خیال ہے کہ منصب امامت الہٰی منصب
نہیں ہے بلکہ امّت کو اختیار ہے لہٰذا لوگوں کو چاہئے کہ
عادل، امانت دار، با اخلاق شخص کو امام بنائیں جب کہ
عدالت، امانت داری، اخلاق و دوسرے شرائط کی شناخت
و تشخیص ظن و گمان کے علاوہ ممکن ہی نہیں ہے"۔(۳۹)

سید ابن طاؤس کے ذریعہ ہدایت پانے والوں میں عوام الناس ہی نہیں بلکہ علماء و فقہاء بھی تھے وہ علماء و فقہاء جنھوں نے آپ کی علمی شخصیت کو پہچان کر سر تسلیم خم کیا۔ ایک مناظرہ میں ایک فقیہ کی ہدایت ہوئی اس نے توبہ کی جب توبہ کر چکا اچانک پردہ کے پیچھے سے ایک شخص نمودار ہوا سید ابن طاؤس کے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگا اور گریہ بھی جاری تھا۔

آپ نے سوال کیا: تم کون ہو؟

جواب دیا: تم سے کیا سروکار؟

آپ نے جواب دیا: تم میرے دوست ہو لہٰذا مناسب نہیں ہے

کہ میں تمھارا نام بھی نہ جانوں، تمھاری زحمتوں کا شکریہ ادا نہ کروں لیکن اس کے بعد بھی اس نے نام نہ بتایا۔ آپ نے توبہ کرنے والے فقیہ سے پوچھا: "یہ مرد کون ہے؟" اس نے جواب دیا: فلاں ابن فلاں فقہائے نظامیہ میں سے ایک ہے۔ (۴۴)

پراسرار سفر

عارف کامل ابن طاؤوس کو جب بھی فرصت ملتی تھی معصومین علیہم السلام کی زیارت پر نکل جاتے تھے مقدس مقام کی معنویت سے بہرہ مند ہوتے تھے سفر میں وہ تنہا نہ ہوتے تھے بلکہ ان کے ساتھ دوسرے رفقا بھی ہوتے تھے ان کی امید ہوتی تھی کہ سید ابن طاؤوس کے ساتھ جو کرامات ہوں ان میں وہ بھی شامل رہیں اور سفر کی یاد باقی رہے۔

سامرا کی زیارت کے وقت ایک بار رشید ابوالعباس بن میمون واسطی نامی نیک سیرت شخص ابن طاؤوس کے ہمراہ تھا پورے سفر میں دونوں میں علمی، عرفانی، اعتقادی، سیاسی گفتگو ہوتی رہی ان میں بعض باتیں سید ابن طاؤوس کے لئے اتنی اہم تھیں کہ انھیں "فرج المہموم" نامی کتاب تحریر کرکے لباس جاوداں عطا کیا۔ ہم اس داستان کو اختصار سے نقل کرتے ہیں تاکہ ابن طاؤوس کے ہمسفر ساتھیوں کا اندازہ لگایا جاسکے۔

رشید ابوالعباس بن میمون واسطی نے سامرا کے سفر میں بیان کیا:

"میرے استاد ورام بن ابوفراس نے جنگ و بدامنی

کی وجہ سے حلّہ چھوڑ کر کاظمین کا رخ کیا میں بھی واسطہ سے
کاظمین آگیا تاکہ بعد میں سامرا جاؤں ۔ مجھے یاد ہے ایک دن
حرم مطہر میں استاد سے ملاقات ہوئی صاحب سلامت کے
بعد میں نے کہا کہ یہاں سے زیارت کے لئے سامرا جاؤں گا۔
استاد نے کہا:

"میں چاہتا ہوں ایک خط دوں جسے غیروں کی نگاہ سے
پوشیدہ اور غائب ہونے سے محفوظ رکھو۔"

مجھے ایک خط دیا اور کہا:

"جب حرم مطہر پہنچنا تو رات کے وقت داخل ہونا جب
سب لوگ باہر چلے جائیں تمہیں یقین ہو جائے کہ اب کوئی
نہیں ہے تم آخری فرد ہو جو حرم سے باہر نکل رہے ہو اس
وقت میرے خط کو امامؑ کی نورانی ضریح کے پاس رکھ دینا
جب صبح سب سے پہلے حرم آنا اور خط نہ دیکھنا تو کسی کو بھی
اس راز سے آگاہ نہ کرنا۔"

استاد کے حکم کے مطابق میں نے خط کو محفوظ طریقہ سے
ضریح اقدس کے پاس رکھ دیا صبح جب دوبارہ گیا تو خط وہاں
نہیں تھا لہٰذا میں مطمئن ہو کر وسط واپس آگیا کسی سے بتائے
بغیر اپنے کام میں مشغول ہو گیا دوبارہ جب زیارت کے لئے
حلّہ سے گذرا تو استاد کی خدمت میں حاضر ہوا استاد نے
مجھے دیکھ کر فرمایا: "میری جو حاجت تھی پوری ہو گئی۔"

اس وقت استاد ورام کی رحلت کو تیس[۳۰] سال ہو گئے اس
راز کو میں نے کسی سے بھی بیان نہیں کیا۔"(۲۱)

ہاں! خود سید ابن طاؤس کے دل میں بہت سے ایسے راز تھے جنھیں وہ لوگوں کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے کبھی کبھی بعض اسرار صفحۂ کاغذ پر نمودار ہو جاتے تھے جو ہمارے لئے عمیق نمونہ عمل اور مشعل ہدایت ہیں۔

اس عارف کامل نے عظیم کتاب "مہج الدعوات" میں سامرا کے سفر کی داستان بیان کی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔

"شب بدھ تیرہ[۱۳] ذی الحجہ ۶۳۸ھ سامرا تھا صبح کے وقت
آقا و مولیٰ امام زمانہ کی آواز سنی آپ اپنے چاہنے والوں کے
لئے دعا کر رہے تھے فرما رہے تھے: خداوندا! میرے
شیعوں کو سرفرازی عطا فرما انھیں قوت، طاقت و ہماری
حکومت عطا کر"۔(۲۲)

ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے صرف سامرا میں ہی امام زمانہ کی آواز نہیں سنی بلکہ خود سرداب امام زمانہ میں ایک صبح واضح طور پر امامؑ کی آواز سنی آپ فرما رہے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ شِیْعَتَنَا خُلِقَتْ مِنْ شُعَاعِ اَنْوَارِنَا
وَبَقِیَّۃِ طِیْنَتِنَا وَقَدْ فَعَلُوْا ذُنُوْبًا کَثِیْرَۃً اِتِّکَالاً عَلٰی حُبِّنَا
وَوِلَایَتِنَا فَاِنْ کَانَتْ ذُنُوْبُھُمْ بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ فَاَصْلِحْ
بَیْنَھُمْ وَقَاصِّ بِھَا عَنْ خُمُسِنَا وَاَدْخِلْھُمُ الْجَنَّۃَ
فَزَحْزِحْھُمْ عَنِ النَّارِ وَلَا تَجْمَعْ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ اَعْدَائِنَا

فی سخطک"۔(۴۳)

"پروردگارا! ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاع ہیں یہ ہماری خلقت سے بچی ہوئی مٹی سے خلق کئے گئے ہیں ان کے کثرت سے گناہ ہماری دوستی و ولایت پر تکیہ کئے ہوئے ہیں اگر ان کے گناہ تیرے اور ان کے درمیان مانع ہو رہے ہوں تو ان کی اصلاح کر ان کے گناہوں کو ہمارے خمس سے ختم کر دے اے اللہ! انھیں آتش جہنم سے دور رکھ ان کا مقام بہشت قرار دے اے معبود! ہمارے دشمنوں کے ساتھ سختی کر"۔

وزارت شب

مستنصر نے بہت زیادہ کوشش کی کہ سید ابن طاؤوس وزارت قبول کرلیں اس نے ابن طاؤوس سے ملاقات کی اور صاف الفاظ میں اپنا ارادہ ظاہر کیا کہنے لگا:

"آپ وزارت قبول کریں جس طرح عمل کرنا چاہیں کریں میں ہر ممکن طریقہ سے آپ کی مدد کروں گا"۔

لیکن ہر بار سید ابن طاؤوس نے کسی نہ کسی بہانہ سے مستنصر کو ناکام کردیا دارالخلافہ کی فضا معلوم کرنے کے لئے ابن طاؤوس اور مستنصر کی کشمکش خود انھیں کی زبان سے سنیں۔

"وزارت قبول کرنے کے لئے مستنصر نے مجھے طلب کیا عہد کیا کہ آخر دم تک میری مدد کرے گا میں جس طرح چاہوں کام کروں وہ میرے ساتھ ہوگا اس نے اپنی خواہش پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن میں ہر بار ایک بہانہ سے اس کی خواہش رد کر دیتا تھا آخر کار ایک بار میں نے کہا: اگر میری وزارت سے یہ مراد ہے کہ جو مجھ سے پہلے وزراء کام انجام دیا کرتے تھے چاہے اسلام و مرضیٔ خدا کے مطابق ہو یا نہ ہو تو میری کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ موجودہ وزراء یہ کام کر سکتے ہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ میں سنّت رسولؐ و کتاب خدا کے مطابق عمل کروں تو درباری مجھے یہ کام کرنے نہیں دیں گے اور مجھے برداشت نہیں کریں گے بلکہ وہ تنہا نہیں ہوں گے ان کے ساتھ بزرگان اور بادشاہ بھی ہوں گے۔

اس کے علاوہ اگر میں عدل و انصاف سے کام کروں تو لوگ کہیں گے کہ علی ابن طاؤس یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر خلافت ان کے ہاتھ آجائے تو وہ اس طرح سے اسے چلا سکتے ہیں۔

واضح ہے کہ یہ بات تیرے باپ دادا پر انتقاد کی طرح ہوگی لہٰذا تو مجبور ہوگا کہ مجھے ہلاک کر دے یا کسی نہ کسی بہانہ سے مجھے قتل کر دے اگر ظاہری گناہ اور بہانہ سے ہی مجھے

قتل کرنا ہے تو پھر میں تیرے سامنے حاضر ہوں میرے
ظاہری گناہ کے مرتکب ہونے سے پہلے تو جو چاہے کر تو
ایک قدرت مند بادشاہ ہے"۔(۴۴)

اگرچہ عارف کامل کی یہ منطقی دلیل کافی تھی کہ اب مستنصر وزارت کے لئے آپ پر زور نہ دے لیکن سیّد ابن طاؤوس اب اس شیطانی زمین میں رہنے کی حالت میں نہیں تھے لہٰذا پندرہ[۱۵] سال پایۂ تخت میں رہنے کے بعد دوستوں و عقیدت مندوں سے خدا حافظی کرکے اپنے وطن حلّہ کا سفر اختیار کیا۔(۴۵)

(۳)

وادی تجلّی

وطن

ابن طاؤوس علیہ الرحمہ سنہ ٦٤١ھ میں اپنے وطن حلّہ آئے (۴۶) کچھ دن قیام کے بعد سترہ [۱۷] جمادی الثانی سنہ ٦٤١ھ بروز منگل آپ مولائے کائنات کی زیارت، کے لئے نجف اشرف گئے (۴۷) اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی سید محمد بن محمد آوی بھی تھے (۴۸) اس سفر کو سید بن طاؤوس کا بہترین سفر قرار دیا جا سکتا ہے شب انھوں نے دورہ ابن سنجار نامی گاؤں میں بسر کی (۴۹) صبح کو پھر سفر شروع کر دیا بدھ کے دن دوپہر کے وقت یہ لوگ نجف میں وارد ہوئے۔ (۵۰)

انیس [۱۹] جمادی الثانی کی شب ان دونوں بزرگواروں نے حقیقت کی منزلیں طے کیں سید ابن طاؤوس نے تو بیداری کی حالت میں ہی الٰہی بلندیوں وخصوصی، رحمتوں کا احساس کیا (۵۱) اور محمد آوی نے خواب میں ابن طاؤوس کی بلندیوں

کامشاہدہ کیا بیداری کے بعد اس طرح بیان کرتے ہیں :

"میں نے خواب دیکھا کہ تمھارے (سید ابن طاؤوس کے)
ہاتھوں میں لقمہ ہے اور تم کہہ رہے ہو : یہ میرے مولیٰ
حضرت علیؑ کے دہن مبارک کا عطیہ ہے۔ تم نے اس لقمہ
سے تھوڑا سا مجھے بھی دیا۔" (۵۲)

عنایات خداوندی سے خوش و خرم ہو کر جمعرات کے دن نماز شب ادا کرنے کے بعد سید ابن طاؤوس زیارت کرنے حرم مطہر حضرت علی علیہ السلام میں حاضر ہوئے جیسے ہی وہ اس مقدس مکان پر پہنچے تمام حقیقتیں نمایاں ہوگئیں بدن میں عجیب سا ارتعاش پیدا ہوا خود کو قابو میں رکھنا مشکل ہوگیا اس لحظہ کی شرح خود آپ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"دوسرے دنوں کی طرح جمعرات کی صبح کو مولائے کائناتؑ
کی زیارت کے لئے نکلا جیسے ہی حرم منور پہنچا رحمتِ خدا
وندعالم، امیر المومنینؑ کی خاص توجہ سے مکاشفات کے
مراحل اس طرح طے ہوئے کہ عنقریب تھا کہ مَیں زمین میں
دھنس جاؤں، بدن میں ارتعاش تھا قابو پانا بہت مشکل
ہوگیا ایسا لگتا تھا کہ موت و زندگی کے بیچ کھڑا ہوں خدا
وندعالم نے میرے اوپر احسان کیا، حقائق کو نمایاں کردیا
اس وقت میرے اوپر اتنی شدّت تھی کہ محمد بن کنلیۂ
جمال میرے سامنے سے سلام کرتے ہوئے گذر گیا لیکن
میں متوجہ نہ ہوا بعد میں مَیں نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا۔" (۵۳)

سید ابن طاؤوس کا یہ آخری مکاشفہ نہیں تھا بلکہ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے "ایسی ہی حالت دوسری بار بھی میرے اوپر طاری ہوئی ہے"۔ (۵۴)

اس مقدس سفر میں سید ابن طاؤوس نے محمد آوی سے صیغۂ اخوت جاری کیا تھا محمد آوی بھی حقائق کے انکشاف سے بہرہ مند ہوئے تھے انھوں نے اپنی گفتگو میں بتایا جس سے بعض پردے نظروں سے اٹھ گئے محمد آوی کہتے ہیں:

"میں بستر پر آرام کر رہا تھا کہ کوئی شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ سید ابن طاؤوس اور آپ (محمد آوی) و دو آدمی اور آسمان کی جانب بڑھ رہے ہیں میں نے سوال کیا وہ دوسرے کون لوگ تھے؟ اس شخص نے جواب دیا: میں انھیں نہیں جانتا۔ پس ابن طاؤوس نے جو گویا میری بغل میں کھڑے تھے جواب دیا: وہ میرے مولا امام زمانہ تھے"۔ (۵۵)

اگرچہ ابن طاؤوس جیسے جلیل القدر عالم کے لئے عالم رؤیا میں کچھ دیکھ لینا بہت بڑی بات نہیں ہے لیکن محمد آوی جیسے عارف کا حرم امیرالمومنینؑ میں خواب دیکھنا حق وحقیقت سے دور نہیں ہے خصوصاً ابن طاؤوس کا مکاشفہ اور محمد آوی کا خواب کہ آپ آسمان کی سیر کر رہے ہیں یہ سب دلیلیں ہیں کہ وہ خواب سچا تھا اسی بنا پر ابن طاؤوس نے محمد آوی کے خواب کی تصدیق کی اور اسے "المواسعة والمضایقة" نامی رسالہ میں محفوظ بھی کیا ہے۔ (۵۶)

جانشین، وصی، خلیفۂ رسول اکرمؐ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی زیارت

کا یہ آسمانی سفر تمام ہوا دونوں بھائی حلّہ کی جانب روانہ ہوئے۔ (۵۷)

شب جمعہ کا راز

ستائیس جمادی الثانی ۶۴۱ھ شب جمعہ مولائے کائنات کی زیارت کے بعد ابن طاؤوس حلّہ آئے (۵۸) جمعہ کے دن ایک دوست آیا کہنے لگا:

"ایک نیک صفت آدمی جو کہتا ہے کہ حالت بیداری
میں امام زمانہؑ سے ملاقات کی ہے آپ سے ملنا چاہتا ہے
اس کا نام عبدالمحسن ہے۔"

ابن طاؤوس نے آنے والے کا احترام کیا سینچر کی شب دونوں گفتگو کے لئے بیٹھے عبدالمحسن نے پرانی باتیں شروع کیں اور وہ واقعہ بیان کیا جو اس کی زندگی کا ماحصل تھا اس نے اس طرح بیان کیا:

"میں حصن بشر کا رہنے والا ہوں لیکن دولاب کی آبادی
میں چلا گیا وہیں تجارت کرتا ہوں وہاں کے لوگ مجھے
دولار بن ابی الحسن کے نام سے جانتے ہیں ایک میں نے
"دیوان سرائے" سے غلّہ خریدا جب غلّہ لینے پہنچا شب کو معیدیہ قبیلہ میں
جو مجبر کے نام سے مشہور ہے قیام کیا سحر کے وقت عبادت
کے لئے اٹھا لیکن معیدیہ کے پانی سے استفادہ کرنا نہیں چاہتا
تھا لہٰذا مشرق کی جانب جو نہر تھی اس کے پانی کے لئے
آگے بڑھا کچھ دور جانے کے بعد متوجہ ہوا کہ میں تو کربلا کے

راستہ میں تل اسلام نامی مقام پر پہنچا یہ تاریخ ۱۹ رجمادی الثانی
۶۴۱ھ کی شب تھی[1] اچانک میں نے اپنے پاس سوار دیکھا
جب کہ نہ میں نے گھوڑے کی آواز سنی اور نہ آنے کی آہٹ
ہوئی چاند نے طلوع کیا تھا لیکن پردہ کے پیچھے تھا۔"

ابن طاؤوس جو ابھی تک اس کی گفتگو سن رہے تھے اچانک بول پڑے:
سوار اور گھوڑا دونوں کیسے تھے ـــــــــــ؟

عبدالمحسن نے جواب دیا:
"گھوڑا لال رنگ سیاہی مائل تھا سوار سفید کپڑے میں
تھا سر پر عمامہ، بغل میں تلوار تھی اس نے مجھ سے سوال کیا:
لوگوں پر یہ کیسا وقت ہے ـــــــ؟"

جواب دیا: دنیا ابر وغبار سے پٹی ہے۔
کہا: میری یہ مراد نہیں تھی میرا سوال یہ تھا کہ لوگوں کی حالت کیسی ہے؟
جواب دیا: لوگ اپنے وطن میں اپنے مال وثروت کے ساتھ امن کی زندگی
بسر کر رہے ہیں۔

کہا: ابن طاؤوس کے پاس جاؤ اور یہ پیغام دے دو۔
عبدالمحسن نے پیام بتایا اور کہنے لگا:
"سوار نے پیام دینے کے بعد کہا": فَالْوَقْتُ قَدْ دَنَاہُ

---

[1] واضح رہے کہ یہ وہی تاریخ تھی جس شب ابن طاؤوس ومحمد آوی نجف
اشرف میں مکاشفات میں گھرے ہوئے تھے۔

فَالْوَقْتُ قَدْ دَنَاهُ"۔ ۔ ۔ (یقیناً وقت موعود قریب ہے یقیناً وقت موعود قریب ہے) اب میں متوجہ ہوا کہ یہ میرے آقا و مولیٰ امام زمانہؑ ہیں اب میری عجیب حالت تھی صبح تک اسی حالت میں رہا۔"

عارف کامل نے سوال کیا:

"تم نے کیسے جانا کہ ابن طاؤوس سے مراد میں ہی ہوں؟"

عبدالمحسن نے کہا:

"طاؤوس کی اولاد میں مَیں آپ کے سوا اور کسی کو نہیں جانتا جب سوار نے پیام کا موضوع شروع کیا تو میرے ذہن میں آپ کے علاوہ کسی کا تصور بھی نہ تھا۔"

ابن طاؤوس نے کہا:

"سوار نے جب فرمایا: "وقت قریب ہے" تو تم نے کیا سمجھا؟ کیا مراد یہ تھی کہ میری موت کا وقت قریب ہے یا ظہور کا وقت قریب ہے؟"

عبدالمحسن نے کہا:

"میں نے ظہور کا وقت قریب ہونے کو سمجھا۔"

ابن طاؤوس نے کہا:

"کیا تم نے کسی کو اس راز کی خبر دی ـــــــــــ؟"

عبدالمحسن:

"ہاں! جب میں معیدیہ سے باہر تھا تو کچھ لوگوں نے

خیال کیا کہ میں راستہ بھول گیا ہوں اس کے علاوہ جب واپس
ہوا تو دیدار کے اثر سے بدھ و جمعرات پورا دن میرے اوپر بیہوشی
طاری رہی"۔

ابن طاؤس نے کہا:

"اب تم اس راز کو کسی سے بھی بیان نہ کرنا۔"

آپ نے کچھ ہدیہ دینا چاہا لیکن عبدالمحسن نے جواب دیا: "خدا کے فضل سے میں لوگوں کی مدد کا محتاج نہیں ہوں"۔ ابن طاؤس نے مہمان کے لئے بستر تیار کیا جب وہ آرام کرنے بستر پر چلا گیا تو آپ باہر آئے اور خود سونے کے لئے چلے گئے لیکن سونے سے پہلے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ "حقائق اور زیادہ واضح ہو جائیں"۔ اس دعا کے تھوڑی دیر بعد پلکیں بند ہوئیں اور ابن طاؤس بارگاہ رحمت منان کی سیر کرنے لگے۔

اس شب آپ نے جو کچھ خواب دیکھا پورے طور پر کوئی بھی اس سے آگاہ نہیں ہے ہاں! خود آپ نے سنیچر کی شب ۲۸ جمادی الثانی ۶۴۱ھ کے اسرار آمیز خواب کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"خواب میں آقا و مولیٰ امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا
کہ ایک عظیم تحفہ میرے لئے لائے ہیں وہ تحفہ میرے پاس
ہے لیکن گویا میں اس کی قدر نہیں جانتا اور اس کی صحیح قدر
و قیمت سے ناواقف ہوں"۔

خواب سے بیدار ہوئے شکر خدا بجالائے نماز شب کے لئے تیار ہوئے لیکن دلچسپ واقعہ پیش آیا جس سے نماز شب ادا نہ کر سکے خود انھیں کی زبان سے سنیں:

"نماز شب کے لئے بیدار ہوا لوٹا اٹھایا تاکہ وضو کروں ایسا
محسوس ہوا کہ کسی نے لوٹے کی ٹوٹی کو بند کر دیا ہو اور میرے وضو
کرنے میں مانع ہو میں نے دل میں سوچا شاید پانی نجس ہے
خدا نہیں چاہتا کہ میں نجس پانی سے وضو کروں پانی لانے والے
کو آواز دی پوچھا: پانی کہاں سے لائے تھے ــــــــــ؟
جواب دیا: نہر سے ۔میں نے کہا: شاید پانی نجس ہے
اسے لے جاؤ دوسرا پانی لاؤ ۔ وہ گیا پانی پھینک کر دوسرا پانی
لایا پانی پھینکنے اور بھرنے کی آواز میں نے خود سنی میں نے
لوٹا لیا وضو کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے لوٹے کی ٹوٹی بند
کر دی ہے اور مجھے وضو نہیں کرنے دینا چاہتا۔
میں واپس آگیا دعائیں پڑھنے لگا تھوڑی دیر بعد پھر
وضو کرنے گیا لیکن پھر بھی وضو نہ کر سکا میں سمجھ گیا کہ یہ حادثہ
اس لئے ہے کہ میں نماز شب نہ پڑھ سکوں میں نے سمجھ
لیا کہ کل میرے اوپر کوئی مصیبت یا بلا آنے والی ہے خدا
وند عالم نہیں چاہتا کہ میں نماز شب پڑھ کر سلامتی کے لئے
دعا کروں ۔
یہی سوچ رہا تھا کہ آنکھ لگ گئی اچانک خواب دیکھا کہ
ایک شخص آیا اور کہنے لگا: عبد المحسن میرا پیغام لے کر آیا تھا
کیا مناسب تھا کہ تم اسے چھوڑ کر چلے جاؤ ــــــــــ؟
میں بیدار ہو گیا سمجھ گیا کہ عبد المحسن کے احترام میں میں

نے کوتاہی کی ہے میں نے دل سے توبہ کی اب جاکر وضو کیا
دو۲ رکعت نماز پڑھی صبح ہوگئی میری نماز شب قضا ہوگئی"۔

ابن طاؤوس نے سمجھ لیا تھا کہ امام زمانہ کے سفیر کے ساتھ کوتاہی ہوئی ہے لہٰذا فوراً عبدالمحسن کے پاس آئے احترام و عزت کیا اپنے خصوصی مال سے چھ۶ سونے کے سکے اور دوسروں کے وہ اموال جو اپنے مال ہی کی طرح تھے پندرہ۱۵ سکّے عبدالمحسن کو دیئے اور معذرت طلب کی۔

عبدالمحسن نے جواب دیا:

"میرے پاس سو۱۰۰ سونے کے سکّے ہیں آپ انھیں غریبوں
کو دے دیں"۔

ابن طاؤوس نے جواب دیا:

"جو کسی عظیم ہستی کا سفیر بن کر آتا ہے اسے اسی احترام و
تکریم کی بنا پر تحفہ دیا جاتا ہے نہ کہ محتاجی و فقیری کی بنا پر"۔

سفیر نے قبول نہ کیا اس کے ارادے میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ ابن طاؤوس نے کہا:

"مبارک ہو میں تمھیں پندرہ۱۵ سکّے قبول کرنے پر مجبور نہیں
کروں گا لیکن یہ چھ۶ سکّے میرے خصوصی مال سے ہیں تم انھیں
ضرور قبول کرلو"۔

عبدالمحسن نے پھر بھی انھیں قبول نہ کیا لیکن جب عارف کاملِ حلّہ کا اصرار زیادہ بڑھا تو عبدالمحسن نے چھ۶ سکّے قبول کر لیئے۔

دوپہر کا کھانا عبدالمحسن نے اپنے میزبان کے ساتھ کھایا پھر ابن طاؤوس نے جیسا کہ خواب دیکھا تھا مہمان کے آگے آگے بڑھے ابن طاؤوس نے مہمان سے

التماس کیا کہ اس راز کو کسی سے بھی نقل نہ کرے مہمان خدا حافظی کر کے راہی سفر ہوا۔(۵۹)

حالت بیداری میں رؤیا

عبدالحسن سے ملاقات کے ساٹھ دن بعد دوشنبہ ۳۰ رجمادی الثانی ۶۴۱ھ سید ابن طاؤوس، محمد بن محمد آوی کے ساتھ سید الشہدا، امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے کربلا کی جانب روانہ ہوئے اس سفر میں اپنے ایک دوست کی ملاقات و گفتگو سے بہت مسرور ہوئے۔ بہتر ہے کہ اوّل رجب المرجب ۶۴۱ھ کی داستان صبح مردِ عظیم، صاحب ایمان ابوالقاسم علی بن موسی کی زبانی سنیں:

"منگل کی صبح اوّل رجب المرجب ۶۴۱ھ تھی محمد بن سوید سے ملاقات کی انھوں نے ہی بغیر کسی تمہید کے گفتگو شروع کی: سنیچر کی شب ۲۱ رجمادی الثانی کو خواب دیکھا کہ بہت سے لوگوں کے ساتھ گھر میں بیٹھے ہیں تمھارے (سید ابن طاؤوس کے) پاس ایک ایلچی آیا اور کہنے لگا: "میں صاحب الزمان علیہ السلام کی طرف سے آیا ہوں"۔ لوگوں نے خیال کیا کہ صاحب خانہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایلچی ہے لیکن میں نے سمجھ لیا کہ وہ صاحب الزمان علیہ السلام کی طرف سے تمھارے

۱۔ بزرگوں کے احترام کرنے کا یہ ایک خاص طریقہ تھا اگر چہ ان کے ساتھ ایسے افراد ہوں جو راستہ صاف کریں اور موانع کو برطرف کریں۔

پاس آیا ہے پس میں نے وضو کیا ایلچی کے پاس گیا نامہ وصول کیا جو امام زمانہؑ کی جانب سے تمھارے لئے لکھا گیا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے نامہ لیا اور تمھارے حوالہ کر دیا نامہ پر تین مہریں ثبت تھیں لے

اب محمد بن سوید نے سوال کیا: کیا مطلب ہے، کیا حادثہ پیش آیا، خواب کی کیا تعبیر ہے؟ سید ابن طاؤوس نے جواب دیا: محمد بن محمد آوی تم سے بیان کر دیں گے (۴۰) پھر وہ گہری سوچ میں پڑ گئے وہ سوچ رہے تھے کہ اسی شب اکیس ۲۱ جمادی الثانی کو امام زمانہؑ کا ایلچی حلہ میں ان کے پاس تھا محمد بن سوید اس عظیم راز سے کیسے واقف ہو گئے"۔

مُردوں کی محفل میں

سید ابن طاؤوس کا حلہ میں وجود اعزاء و اقارب کے لئے ایک الٰہی نعمت تھی

لہ رضی الدین محمد بن محمد بن محمد بن زید بن الداعی الحسینی زاہد، عابد، متقی، پرہیزگار آدمی تھے سید ابن طاؤوس نے آپ کو نیک کلام برادر کے نام سے یاد کیا ہے یہ بھی سید ابن طاؤوس ہی کی طرح عرفان و کرامات میں بلند مقام کے حامل تھے آپ نے ۶۵۴ھ میں انتقال فرمایا واضح رہے کہ اوی قم کے اطراف میں ایک جگہ ہے جسے آوہ کہتے ہیں اسے آبہ بھی کہا جاتا ہے۔

عوام سے لے کر خواص تک سب اپنی ظرفیت کے مطابق استفادہ کرتے تھے
ایک روز آپ باغ میں خاک پر بیٹھے تھے کہ ایک ملنے والا آیا سلام کیا پوچھا:
"آپ کیسے ہیں ______؟ سید بن طاؤوس نے جواب دیا:

"اس کی حالت کیسی ہوگی جس کے سر و بغل میں مُردہ لٹکا ہو بلکہ اس کے چاروں طرف مُردوں نے بسیرا کیا ہو، بعض اعضا، موت سے پہلے ہی مر گئے ہوں"۔

مُرد نے تعجب سے سوال کیا:

"میں تو یہاں کوئی مُردہ نہیں دیکھ رہا ہوں آپ کی زبان پر یہ کیسی باتیں جاری ہیں ______؟"

ابن طاؤوس نے کہا:

"کیا تمھیں نہیں معلوم میرا عمامہ کتان سے بنے ہوئے کپڑے کا ہے کبھی یہ ہری بھری گھاس کی صورت میں تھا لیکن اس وقت بے جان ہے۔ میرا کپڑا روئی سے بنا ہوا ہے وہ روئی جو کبھی درخت میں خوش و خرم تھی لیکن اس وقت مُردہ ہے۔ میری نعلین اس حیوان کے چمڑے کی ہے جو کبھی زندہ تھا لیکن اس وقت نابود ہو چکا ہے میرا پورا وجود ان چیزوں سے چھپا ہوا ہے جو کبھی سبز و شاداب تھیں لیکن اس وقت ختم ہو چکے ہیں۔

کیا تم میرے سر اور داڑھی کے سفید بال نہیں دیکھ رہے ہو؟ کبھی یہ کالے اور چمکدار تھے لیکن آج ان کی سیاہی چمک

ختم ہو چکی ہے میرے بدن کا ہر حصہ اگر خدا کی مرضی کے مطابق
کام نہ کرے تو گویا مردہ کی طرح ہے"۔ (۶۱)

سید ابن طاؤوس کی اس نصیحت سے وہ مرد خواب غفلت سے بیدار ہوا۔

جہنم سے خط

حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار نے آپ سے گذارش کی کہ "آپ محل میں آکر مجھ سے ملاقات کیجئے" آپ نے اس کا یہ جواب دیا:

"کیا تم جس محل میں رہتے ہو اس کی زمین، اینٹ، فرش
اور دوسری چیزیں خدا کی مرضی و رضایت کے لئے بنائی گئی
ہیں کہ میں وہاں آکر انھیں آسانی سے دیکھ سکوں____؟
تم جان لو کہ میں نے اوائل عمر میں سلاطین و حکام سے
جو ملاقاتیں کی ہیں اس کی وجہ اللہ سے استخارہ تھا لیکن خدا
وند عالم نے مجھ پر جو لطف کیا ہے اس سے میں دربار و حکام
کے ان رازوں سے واقف ہوا ہوں کہ استخارہ اس مورد میں
صحیح نہ تھا" (۶۲)

ایک دوسرے وزیر نے بھی آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی سید ابن طاؤوس نے، جو سلاطین سے ملاقات کے مخالف تھے، جواب دیا:

"نہ صرف یہ کہ میں تم سے ملاقات کرنے سے معذور ہوں
بلکہ غریبوں کی امداد کے لئے بھی تم سے رابطہ نہیں رکھ سکتا

اس لئے کہ خدا و رسولؐ و ائمہؑ کی جانب سے میرے اوپر
وظیفہ ہے کہ میں تم لوگوں سے راضی نہ رہوں نامہ کی رسائی
سے بھی راضی نہ رہوں میرا وظیفہ ہے کہ تمنا کروں کہ
نامہ پہنچنے سے پہلے تم برطرف کر دیئے جاؤ"۔(٦٣)

(۴)

دوبارہ پرواز

دوری

معنوی مراحل طے کرنے کے لئے سید ابن طاؤوس مجبور ہوئے کہ زندگی کو ایک نئے طریقہ سے مرتب کریں انھوں نے سوچا کہ یکایک لوگوں سے قطع تعلق کرلیں اور حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں کی خدمت میں مشغول ہوجائیں لہٰذا تمام جذابیت کے باوجود حلّہ کو خدا حافظ کہا اور راہئ نجف اشرف ہوئے تاکہ بلا واسطہ مع اہل وعیال کے مولائے کائنات ؑ کے دسترخوان علم ومعرفت سے استفادہ کریں آپ اس سفر کے سلسلہ میں اپنے بچوں سے یوں بیان کرتے ہیں:

"میں نے فیصلہ کیا کہ جو چیزیں خداوند عالم کی یاد سے غافل کرتی ہیں ان سے دوری اختیار کروں، تمام لوگوں سے دور ہوجاؤں لہٰذا میں جد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے جوار میں آگیا اور خداوند عالم کی بارگاہ میں استخارہ کیا استخارہ

سے معلوم ہوا کہ تمام روابط کو منقطع نہ کروں اپنے گھر میں رہ کر
لوگوں سے رابطہ برقرار رکھوں جب مجھے یہ احساس ہو کہ یادِ
خدا سے غافل ہو رہا ہوں اس وقت فوراً قطع تعلق ہو جاؤں۔"(۴۴)

اگرچہ اس نئے پروگرام سے سید ابن طاؤوس کو کافی فائدہ حاصل ہوا لیکن لوگوں کا نقصان ہوا کیونکہ اس عارف سے استفادہ کرنا ناممکن ہو گیا۔ آپ کا ایک دوست آپ سے ملاقات کے لئے آیا اور کہنے لگا: "آپ نے ہم سے قطع تعلق کیوں کیا ہمارے درمیان اٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کیوں کیا جب کہ آپ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے ہم یادِ خداوند عالم میں مشغول ہوتے تھے"۔

سید ابن طاؤوس نے جواب دیا:

"اگر مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ تمھارے درمیان اٹھنے
بیٹھنے سے یادِ خدا سے غافل نہ ہوں اور تم بھی میری وجہ سے
یادِ خدا میں مشغول ہوتے تو میں یقیناً تم سے ملاقات کرتا لیکن
مجھے خوف ہے کہ یادِ خدا سے غافل نہ ہو جاؤں اور تمھارے
اندر مجذوب ہو جاؤں اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے خداوندِ
عالم کو بالکل بھلا دیا ہے اور تمھاری سرپرستی اختیار کر لی ہے
خداوند مالک ہے اس کے وجود کے یقین کیا تھا اپنے دل کو تم
لوگوں کے سامنے جو مملوک ہو کیسے جھکا دوں میرے
نزدیک یہ کفر ہے۔

ہاں! ممکن ہے کہ تم سے گفتگو کے درمیان کبھی میں
یادِ خدا کروں اور کبھی تمھاری فکر کروں اس صورت میں شرک

کا مرتکب ہوں گا کیونکہ میرے دل میں تمہاری اور خدا دونوں کی
یاد ہوگی"۔ (۶۵)

اس طرح اس عظیم انسان مرد نے روحانی ترقی کے مراحل طے کئے ۶۴۵ھ سے ۶۴۸ھ تک آپ حرم ملکوتی حضرت علی علیہ السلام میں سکونت اختیار کی کسی کو بھی ان ایام کی ترقی وعروج کا اندازہ نہیں ہوسکا ہے صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان تین سال میں ابن طاؤوس کو بہت زیادہ معنوی فائدہ حاصل ہوا ہے۔ آپ اپنے فرزند سے خود فرماتے ہیں :

نجف اشرف میں لوگوں سے کنارہ گیری اختیار کی صرف
ضرورت بھر آمد و رفت جاری رکھی اسی وجہ سے عنایت الٰہی
شامل حال رہی وہ دینی و دنیاوی عنایتیں کہ میرے علاوہ
شاید کسی اور کو ان دنوں نصیب نہ ہوئی ہوں"۔ (۶۶)

سید ابن طاؤوس نے حضرت علی علیہ السلام کا مہمان و پناہندہ شمار ہونے کے لئے آنحضرت کے جوار میں قبر کی جگہ تجویز کی قبر اس طرح بنوائی کہ آپ کا سر آپ کے والد بزرگوار ابی ابراہیم موسی کے پیر سے ملا ہوا ہے تاکہ مرنے کے بعد سر والد ماجد کے پیروں میں ہو اور خداوند عالم نے جو حکم فرمایا ہے کہ والدین کے ساتھ احترام و فروتنی سے پیش آؤ اس کا مصداق بنے رہیں۔ (۶۷)

نزول رحمت

۶۴۸ھ کے اواخر میں آپ کربلا کی جانب بڑھے اس سفر کا مقصد صرف آسمانی و روحانی مراحل طے کرنا تھا تاکہ سید الشہداؑ کے مقدس خون کی گرمی سے بہرہ مند ہوں۔

اگرچہ ابن طاؤوس نے اپنے شروع کے پروگرام میں کربلا کا سفر شامل نہیں کیا تھا لیکن بعد میں خیال کیا کہ اگر تین سال کربلا میں بسر کریں تو زیادہ اچھا ہے انھوں نے سوچا تھا کہ آخر میں استخارہ کریں گے اور کربلا سے سامرا کا سفر اختیار کریں گے اور ایسے منفرد فرد ہوں جس نے اپنے خاندان کے ساتھ کربلا، نجف اور سامرا جیسے مقدس مقامات پر زندگی بسر کی ہے(۶۹) اور آپ کا شمار ان مقدس صاحبان کے پڑوسیوں میں ہو۔

ہاں! آپ کی تحریروں سے اس سفر کے بارے میں یہ استفادہ ہوتا ہے کہ تدریجی طور پر آپ لوگوں سے اور زیادہ دور ہو جائیں کیونکہ نجف اشرف میں لوگوں سے اتنی زیادہ دوری نہ تھی جتنی آپ چاہتے تھے خواہ ناخواہ آپ کو لوگوں سے ملاقات کرنی پڑتی تھی۔ کربلا کا سفر اس اعتبار سے بہتر تھا کہ حلّہ کے زیادہ لوگ ملاقات کے لئے نہیں آتے تھے آپ کا زیادہ وقت برباد نہیں ہوتا تھا لیکن اس دوری سے بھی آپ مطمئن نہیں تھے لہٰذا ۶۵۲ھ میں استخارہ کیا تاکہ سامرا چلے جائیں اور معنوی و روحانی مراحل طے کریں۔ (۷۰)

پایۂ تخت کے جال میں

۶۵۲ھ کو آپ نے پھر اسباب سفر تیار کیا اور سامرا کے لئے سفر اختیار کیا لیکن نہ معلوم اسباب کی بنا پر سفر[1] آدھورا چھوڑ کر بغداد چلے گئے اور اپنے پرانے گھر میں قیام کیا۔(۷۱)

---

[1] بغداد کے سفر کی شاید یہ وجہ رہی ہو کہ وہاں کے مومنین نے بہت زیادہ اصرار کیا ہو یا وہاں کے لوگوں کو آپ کی شدید ضرورت رہی ہو لیکن کسی جگہ بھی علت ذکر نہیں ہوئی ہے۔

اس سفر میں اور پندرہ سال کے جوانی کے اوقات جو آپ نے بغداد میں بسر کئے تھے کافی فرق تھا اس بار آپ زیادہ تر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے لیکن لوگوں کی حاجات برطرف کرنے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے لوگوں کی حاجات برطرف کرنے کا ۶۵۵ھ سال اعلیٰ سال تھا اسی سال مغلوں نے بغداد پر حملہ کیا اور اسے محاصرہ میں لے لیا مستعصم باللہ اور اس کے وزیر نے لوگوں کو جہاد اور مقابلہ کے لئے شہر سے باہر جمع ہونے کی دعوت دی۔ (۷۲)

سید ابن طاؤس نے جب لوگوں کا اضطراب و خوف دیکھا تو خلیفہ سے کہا کہ:

"میں بغیر اسلحہ کے مغل بادشاہ کے پاس جاؤں گا اور صلح کی پیش کش کروں گا"۔

لیکن خلیفہ نے اسے منظور نہ کیا۔ سید ابن طاؤس نے خلیفہ کی بے توجہی دیکھ کر بتا دیا کہ اب بغداد اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ آپ ایک بار پھر خلیفہ کے ایک خاص آدمی کے پاس گئے جس سے آپ کی پرانی ملاقات تھی اس سے کہا کہ:

"تم خلیفہ سے اجازت لو میں خاص مومنین و مترجمین کے ساتھ مغلوں کے پاس جاؤں"۔

اس درباری نے کہا:

"مجھے خوف ہے آپ کے اس لباس سے مغلوں کے درمیان ہماری آبرو ریزی نہ ہو"۔

سید ابن طاؤس نے اس بہانہ کے جواب میں کہا:

"تم جسے چاہو ہمارے ساتھ روانہ کر دو کہ اگر ہم مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ ہم خلیفہ کی جانب سے آئے ہیں تو وہ ہماری گردن

جدا کردے اور ہمارے سر کو تمہارے لئے روانہ کرے یہ
مسلمانوں کا ملک ہے میں اولاد رسولؐ ہوں لہٰذا اپنا فریضہ جانتا
ہوں کہ بیچ میں پڑ کر لوگوں کے خوف و ہراس کو دور کروں اگر تم
میری خواہش کو قبول کرو تو میں جانے کے لئے تیار ہوں۔
انشاء اللہ کامیابی کے ساتھ واپس آؤں گا اگر تم نے میری
خواہش قبول نہ کی تو میں عند اللہ معذور ہوں"۔

درباری نے کہا:
"آپ یہیں تشریف رکھیئے میں خلیفہ کو مطلع کر کے ابھی آتا
ہوں"۔ وہ گیا کچھ دیر بعد واپس آیا کہنے لگا: "جب بھی آپ کی
ضرورت ہوگی آپ کو اجازت دے دی جائے گی مغلوں کا
کوئی سردار نہیں ہے جس سے آپ گفتگو کریں گے وہ تو صرف
لوٹ مار کے لئے آئے ہیں۔ (۴۳)
اب آپ کی صلح وصفا کی کوشش ناکام ہو گئی۔

بزرگوں سے ملاقات

دوسری جانب سید ابن طاؤوس کے بھتیجے نے جب دیکھا کہ خلیفہ کی لاپرواہی سے نجات کے تمام راستے بند ہو گئے ہیں تو سدید الدین یوسف حلی اور ابن ابی العز (۴۴) و حلہ دوسری عظیم شخصیتوں کی مدد سے ہلاکو خان کے پاس ایک خط لکھا جس میں اپنی دوستی کے علاوہ یہ تھا کہ تم مقامات مقدسہ کی مغلوں سے حفاظت کرو۔

جب ہلاکو خان کو خط موصول ہوا تو اس نے نامہ بر سے کہا:

"اگر واقعتاً ہمارے دوست ہیں تو ہم سے ملاقات کے لئے آئیں تاکہ ہم لوگ آمنے سامنے گفتگو کریں"۔

مجدالدین[1] اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہلاکوں خان سے ملاقات کے لئے آ گئے مغلوں کے سردار نے ان سے کہا:

"ابھی تو خلیفہ سے ہماری جنگ بھی شروع نہیں ہوئی ہے تمھیں خلیفہ سے خوف محسوس نہیں ہوا کہ تم نے دشمن سے رابطہ قائم کرلیا ——— ؟"

حلّہ کے نمائندوں نے جواب دیا:

"ہمارے پہلے امام حضرت علی علیہ السلام نے پیشین گوئی کی ہے کہ بنی عباس خاص صفات کے حامل افراد کے ذریعہ نابود ہو جائیں گے اور وہ خاص صفات ہم نے تمھارے اندر دیکھے ہیں اسی وجہ سے تم سے رابطہ قائم کیا تاکہ امان میں رہیں"۔

ہلاکو خان نے ان کی بات سنی اور حلّہ، نجف اشرف، کربلائے معلّی و کوفہ کے لوگوں کو امان نامہ دے دیا۔[2] (۷۵)

---

[1] مجدالدین محمد، عزالدین حسن کے بیٹے تھے بغداد کے سقوط کے دو سال بعد انتقال کیا۔ عزالدین کے تین بیٹے تھے ۱۔ ابوالحسن سعدالدین موسیٰ ۲۔ قوام الدین ابوطاہر احمد ۳۔ مجدالدین محمد۔

[2] اگرچہ اس واقعہ کا تعلق براہ راست سید ابن طاؤوس سے نہیں ہے لیکن ہلاکو خان کے مثبت قدم، اشارہ ہیں کہ سید ابن طاؤوس بھی اس میں شامل تھے۔

تاریک شب

سید ابن طاؤس جب صلح وصفائی میں ناکام ہوگئے تو اللہ کا نام لے کر گھر میں بیٹھ گئے ۱۲ محرم ۶۵۵ھ کی تاریک شب تھی جب مغلوں نے قلعہ کے شگاف سے استفادہ کرتے ہوئے عباسی حکومت پر حملہ کر دیا اور چھٹے دن بعد پایۂ تخت پر آگئے (۷۶) مغلوں کا حملہ اتنا سخت تھا کہ ابن طاؤس اور ان کے دوستوں نے رات وحشت واضطراب کے عالم میں بسر کی اس شب کی روداد آپ اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"۲۸ محرم دوشنبہ کے دن یہ واقعہ رونما ہوا میں المقتدیہ بغداد میں اپنے گھر تھا رسول اکرمؐ نے جو خبر دی تھی وہ سچ ثابت ہوئی پوری رات خوف وہراس سے جاگتا رہا خداوند عالم نے اس حادثہ سے ہمیں نجات دی کیونکہ حمایت الٰہی شامل حال تھی"۔ (۷۷)

آخر کار پانی سر سے اونچا ہوگیا[1] مغلوں نے عباسی حکومت پر قبضہ کر لیا ہلاکو خان نے حکم دیا کہ تمام علماء المستنصریہ کے مدرسہ میں جمع ہو جائیں جب تمام علماء وفضلاء جمع ہوگئے تو سب کے سامنے ایک مسئلہ رکھا کہ عادل کافر کی حکمرانی بہتر ہے یا ظالم مسلمان کی ــــــــــــ؟

---

[1] اس ناگوار حادثہ میں سید ابن طاؤس کے بھائی شرف الدین ابوالفضل محمد شہید ہوگئے۔

علماء وفقہاء سخت مشکل میں گرفتار تھے پورے مدرسہ میں شک و تردید کا ماحول سایہ فگن تھا تمام لوگ علماء کے فتوے کا انتظار کر رہے تھے سید ابن طاؤوس اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے بے خوف وخطر اپنا فتویٰ سنا دیا کہ "عادل کافر کی حکومت ظالم مسلمان کی حکومت سے بہتر ہے"۔ دوسرے علماء نے بھی آپ کی تائید کی (۷۹) اور ہلاکو خان کو عدل و انصاف کی دعوت دی۔

شکوہ

۱۰ صفر ۶۵۶ھ کو مغل حاکم نے سید ابن طاؤوس کو بلایا ان کے اور ساتھیوں کے لئے عمومی امان نامہ دے دیا (۷۹) سید ابن طاؤوس جو مومنین کی جان کے فکرمند تھے ایک ہزار (۱۰۰۰) لوگوں کو جمع کیا ہلاکو خان کی حمایت سے حلّہ کی جانب روانہ ہوئے جب صحیح و سالم حلّہ پہونچ گئے تو آپ نے نماز شکرانہ پڑھی اور نذر کی کہ ہر سال آج کے دن دو رکعت نماز شکرانہ پڑھیں گے۔ (۸۰)

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا وہ حلہ میں رہنے کا قصد نہیں رکھتے تھے بلکہ زیادہ فکر بغداد کی تھی چنانچہ دوبارہ بغداد آگئے تاکہ زیادہ سے زیادہ مومنین کو نجات دلاسکیں۔ (۸۱)

اب ہلاکو خان نے آپ سے درخواست کی کہ آپ شیعیان علیؑ کے لئے نقابت کے منصب کو قبول کریں۔ آپ نے عذر ظاہر کیا ہلاکو خان کے ایلچی سے کہا کہ "میں نقابت کے منصب کو قبول نہیں کرسکتا"۔ جب ہلاکو خان کا نامہ بر ہلاکو کے پاس آیا کہ سید ابن طاؤوس کے انکار کا ذکر کرے تو اس وقت خواجہ نصیر الدین طوسیؒ[۱] جو ابن طاؤوس

۱؎ محمد بن محمد بن الحسن الطوسی، طوس میں پیدا ہوئے بلند علمی مقام حاصل کیا۔

کے دوست اور ہمکلاس تھے، نے فوراً نامہ بر سے کہا کہ:

"تم سید کے منفی جواب کو ہلاکو خان سے نقل نہ کرو میں سید ابن طاؤوس سے خود بات کروں گا"۔

خواجہ نصیر الدین طوسی نے آپ سے ملاقات کی اور اس طرح گفتگو کی کہ سید ابن طاؤوس نے مثبت جواب دے دیا۔ خواجہ ہلاکو خان کے نامہ بر کے یہاں آئے اور کہا کہ:

"ہلاکو خان سے جاکر کہہ دو کہ سید ابن طاؤوس نے نقابت کے منصب کو قبول کرلیا ہے"۔(۸۲)

سید ابن طاؤوس کے اس مقام کو قبول کرلینے سے بادشاہ کے دربار میں ایک خاص اثر ورسوخ قائم ہوگیا آپ اپنے گھر میں سبز لباس پہنے بیٹھے تھے مومنین جوق در جوق مبارک باد کے لئے آتے رہے اور تجدید عہد کرتے رہے۔ شاعروں نے آپ کی مدح سرائی کی علی ابن حمزہ نے اپنے قصیدہ میں اس طرح بیان کیا:

"یہ رضی الدین علی ابن ابوابراہیم موسی ہیں جو اپنے دادا امام ہشتم علی رضا علیہ السلام سے مشابہ ہیں امام رضا علیہ السلام نے سبز لباس پہن کر لوگوں کے سامنے امامت ظاہر کی اور سید ابن طاؤوس نے بھی سبز لباس پہن کر شیعیان علیؑ کے لئے مقام نقابت قبول کیا"۔(۸۳)

---

۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ بغداد میں رحلت کی رحلت کے وقت آپ سے سوال کیا گیا: "کیا آپ کے جنازے کو نجف اشرف منتقل کریں"؟ آپ نے جواب دیا: "مجھے ایسی وصیت کرتے ہوئے امام موسیٰؑ ابن جعفرؑ سے شرم آتی ہے"۔ اس عالم کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے "عظیم شخصیتیں" مجموعہ کی طرف رجوع کریں۔

آخری پرواز

آپ کے منصب نقابت قبول کرنے سے مومنین نے بڑے پیمانہ پر خوشیاں منائیں لوگوں کے دلوں میں وہ منظر آگیا جب امام رضا علیہ السلام نے مقام ولی عہدی قبول کرکے خراسان کا سفر کیا تھا لیکن افسوس کہ مومنین کی یہ خوشی زیادہ دنوں تک نہ رہ سکی صرف تین ہی سال بعد آپ کے اوپر بیماری کے آثار نمایاں ہوئے دوست واحباب پریشان ہوگئے بیماری روز بروز بڑھتی گئی ۵ ذی الحجہ پیر کے دن ۶۶۴ھ (۸۴) مومنین کے اوپر مصیبت عظمیٰ آپڑی آپ نے ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے آنکھیں بند کرکے بلندی کی جانب سفر شروع کردیا۔

چاروں طرف سے شیعیان علیؑ بغداد میں جمع ہونے لگے آپ کے جنازہ کو نجف اشرف لے گئے (۸۵) غسل کے بعد آپ کو وہ کفن دیا گیا جو عرفات، مسجد الحرام، مسجد النبیؐ اور دوسرے مقامات مقدسہ سے متبرک ہوا تھا۔

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے دہن میں وہ عقیق رکھا گیا جس پر ائمہ ہدیٰؑ و خداوند عالم کا نام نقش تھا (۸۶) مومنین کے گریہ وزاری اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے نعرہ میں آپ کو خاک نجف اشرف کے حوالے کیا گیا۔

⑤

میراث باقیہ

کارنامۂ سید ابن طاؤوسؒ

حلّہ کے اس مردِ مجاہد نے بہت سی علمی میراثیں چھوڑی ہیں متقی و پرہیزگار اولاد، فاضل و عالم شاگردوں کے علاوہ آپ نے علمی کتابیں چھوڑی ہیں جن کی طرف معمولی اشارہ کرنے سے آپ کی زندگی بہتر طور پر سمجھی جاسکتی ہے۔

● — الف :۔ شاگرد

حلّہ اور دوسرے شہروں میں بہت کثیر تعداد میں شاگردوں نے سید ابن طاؤوس سے علمی استفادہ کیا جن میں سے درج ذیل اسماء نمایاں حیثیت رکھتے ہیں :

(۱) — شیخ سدید الدین یوسف بن علی بن مطہر حلّی، آپ علامہ حلّی کے والد تھے۔

۲ــــ آیت اللہ جمال الدین حسن بن یوسف جو علامہ حلّی کے نام سے مشہور ہیں۔

۳ــــ شیخ جمال الدین یوسف بن حاتم شامی۔

۴ــــ شیخ تقی الدین حسن بن داؤد حلّی۔

۵ــــ شیخ محمد بن احمد بن صالح القسینی۔

۶ــــ شیخ ابراہیم بن محمد بن احمد القسینی۔

۷ــــ شیخ جعفر بن محمد بن احمد القسینی۔

۸ــــ شیخ علی بن محمد بن احمد القسینی۔

۹ــــ سید غیاث الدین عبد الکریم بن ابی الفضائل احمد بن طاؤس (سید ابن طاؤس کے بھتیجے)

۱۰ــــ سید احمد بن محمد علوی۔

۱۱ــــ سید نجم الدین محمد بن الموسوی۔

۱۲ــــ شیخ محمد بن بشیر۔

۱۳ــــ آپ کے بیٹے صفی الدین محمد۔

۱۴ــــ آپ کے دوسرے بیٹے رضی الدین علی (۸۷)

یہ حضرات اور ان کے علاوہ دوسرے بہت سے ایسے افراد ہیں جنھوں نے سید ابن طاؤس کے علمی دسترخوان سے استفادہ کیا ہے اور سید سے نقل روایت کا اجازہ حاصل کیا ہے۔

ب: تالیفات

علم کے اس مرد مجاہد نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں جن میں سے بعض

واقعاً بے نظیر ہیں۔ آپ نے اعتقادی اختلافات کے سلسلہ میں کتاب لکھی ہے ایسا وصیت نامہ مرتب کیا جو مکمل تجربہ تھا، بچوں کے لئے محبت وایمان بھری کتاب لکھی، دعا اور معصومینؑ سے توسل پر آپ نے بہت زیادہ توجہ دلائی ہے۔ آپ کی بہت سی کتابیں معدوم ہوگئی ہیں ہمیں ان کا علم نہیں ہے جو کتابیں موجود ہیں ان سے شیعہ، سنی دونوں فرقے کے لوگوں نے کافی استفادہ کیا ہے۔

اس مختصر کتاب میں سید ابن طاؤوس کی کتب کی تمام خصوصیات کو ذکر کرنا ممکن نہیں ہے لیکن ہم کچھ کتب کی فہرست درج کر رہے ہیں جو بہت مفید ہیں۔

① —— الامان من اخطار الاسفار والزمان:

اس کتاب کو "امان الاخطار فی وظائف الاسفار" کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے یہ کتاب، احکام سفر سے مربوط ہے مثلاً سفر میں کیا لباس پہنا جائے، بیماریوں اور خطروں سے کس طرح بچا جائے، زاد راہ مہیا کرنا اور سفر کے گوناگوں مراحل میں دعاؤں کا پڑھنا وغیرہ مذکور ہے۔

② —— انوار اخبار ابی عمرو الزاہد:

اس کتاب کو کئی نام سے پیش کیا گیا ہے جیسے "المختار من اخبار ابی عمرو الزاہد" یا "اختیارات من کتاب ابی عمرو الزاہد المطرز" یا "اخترتہ من کتاب ابی عمرو الزاہد" اس کتاب میں ابی عمر زاہد کی کتاب سے خاص حدیثوں کو منتخب کیا ہے۔

③ —— انوار الباہرہ فی انتصار العترۃ الطاہرہ:

جیسا کہ نام سے واضح ہے اس کتاب میں سید ابن طاؤوس نے محمد وآل محمد علیہم السلام کے افضل ہونے کو ثابت کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ خلافت کے منصب کے حقدار یہی حضرات ہیں۔ شروع میں آپ نے کتاب کا نام "التصریح بالنص الصریح

والصحیح امن رب العالمین وسید المرسلینؐ علی علی ابن ابی طالبؑ بامیرالمومنینؑ رکھا تھا لیکن بعد میں کتاب کا نام "انوارالباہرہ فی انتصار العترۃ الطاہرۃ" رکھا۔ آپ نے یہ کتاب ستّر سال کی عمر کے بعد تحریر کی تھی یعنی تقریباً ۶۵۹ھ میں جب بغداد میں سکونت پذیر تھے۔

④ —— الاسرار المودعۃ فی ساعات اللیل والنہار :

اس کتاب میں آپ نے شب و روز ہر وقت کی دعا تحریر کی ہے بعض مورخوں کے مطابق یہ وہی کتاب ہے جو "ادعیہ الساعات" یا "کتاب الساعات" کے نام سے مشہور ہے۔ کفعمی نے اپنی بعض کتب میں اس کتاب کی نسبت سید ابن طاؤوس کی طرف دی ہے۔

⑤ —— اسرار الصلوٰۃ وانوار الدعوات :

⑥ —— البہجۃ لثمرات المہجۃ : (فی مہمات الاولاد و ذکر اولادی)

یہ کتاب، اولاد کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے آپ نے اس کتاب میں شادی کے شرائط، آغاز زندگی کے حادثات، تدریس ومطالعات اور بارگاہ خداوندی سے اولاد طلب کرنے کا طریقہ وغیرہ ذکر کیا ہے۔

⑦ —— البشارات بقضاء الحاجات علی ید الائمۃ علیہم السلام بعد الممات :

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے روشن ہے اس کتاب میں آپ نے تحریر کیا

ہے کہ ائمۂ معصومین علیہم السلام مومنین کی حاجات برطرف کرتے ہیں یہاں تک کہ ظاہری موت کے بعد بھی افادہ کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا ہمارے ائمہؑ کا سلسلہ ہمیشہ بارگاہ خداوندی سے برقرار رہتا ہے تاکہ مومنین ان ذوات مقدسہ کے وسیلہ سے مستفید ہوتے رہیں۔

⑧ —— الدروع الواقیہ من الاخطار فیما یعمل مثلہ کل شہر علی التکرار :

یہ کتاب ان دعاؤں کے بارے میں ہے جو ہر ماہ مخصوص ایام میں بصورت تکرار پڑھی جاتی ہیں۔

⑨ —— فلاح السائل ونجاح المسائل فی عمل الیوم واللیل :

یہ کتاب دو بڑے حصوں اور ۴۳ فصلوں پر مشتمل ہے پہلے حصہ میں ۳۰ فصلیں ہیں جس میں ظہر سے شب تک کہ دعائیں تحریر ہیں۔ دوسرے حصہ میں ۱۳ فصلیں ہیں جن میں نماز شب کے لئے بیداری سے لے کر ظہر کے وقت تک کی دعائیں موجود ہیں۔

⑩ —— فرج المھموم فی معرفۃ نہج الحلال والحرام من علم النجوم :

سید ابن طاؤوس نے اس کتاب کو ۲۰ محرم ۶۵۰ھ کربلائے معلی میں ختم کیا اگرچہ بعض محققین نے اس تاریخ سے انکار کیا ہے لیکن اس کی صحت کا بھی امکان ہے اس کتاب میں مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ ستارہ شناسی کا علم صحیح علم ہے ہاں! اس کی دونوں صورتوں کو بھی بیان کیا ہے کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔

⑪ــــ فرحۃ الناظر وبہجۃ الخواطر:

یہ کتاب آپ کی اوائل تالیفات میں سے ہے جیسا کہ بیان ہوچکا آپ کے والد بزرگوار نے جو مسودے چھوڑے تھے انھیں آپ نے چار جلدوں میں مرتب کیا ہر جلد سے پہلے خطبہ تحریر کیا چاروں جلدوں کا نام "فرحۃ الناظر وبہجۃ الخواطر" رکھا۔

⑫ــــ فتح الابواب بین ذوی الالباب ورب الارباب فی الاستخارۃ ومافیہا من وجوہ الصواب:

اس کتاب کو آپ نے ۲۴ رجب المرجب ۶۴۲ھ بروز منگل شروع کیا اور ۵ رجمادی الاول ۶۴۸ھ کو ختم کیا اس کتاب میں آپ نے استخارہ کا دفاع کیا ہے اور استخارہ سے صحیح استفادہ کے طریقوں کو بیان کیا ہے۔

⑬ــــ فتح الجواب الباہر فی خلق الکافر:

⑭ــــ غیاث سلطان الوریٰ لسکّان الثریٰ:

فقہی نقطۂ نظر سے میت کی قضا نمازوں کے بارے میں یہ کتاب تالیف کی ہے۔

⑮ــــ الابانۃ فی معرفۃ کتب الخزانہ:

اس کتاب میں آپ نے اپنے کتب خانہ میں موجود تمام کتابوں کی فہرست تیار کی ہے۔

۱۶ — اغاثۃ الداعی واعانۃ الساعی :

اس کتاب میں وہ دعائیں ہیں جو حضرت امام عصرؑ نے انشا فرمائی ہیں۔

۱۷ — الاحتساب علی الالباب :

کفعمی نے اس نام کی کتاب کی نسبت ابن طاؤوس کی طرف دی ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ ابن طاؤوس سے کون مراد ہے چونکہ کتاب دعا کے بارے میں ہے لہٰذا قوی احتمال ہے کہ سید ابن طاؤوس ہی کی کتاب ہوگی۔

۱۸ — اجازہ (خاندان قسینی کے لئے)

یہ اجازہ جمادی الاوّل ۶۶۴ھ میں لکھا گیا ہے اس میں شمس الدین محمد بن احمد ابن صالح القسینی اور ان کے بیٹے جعفر، علی، ابراہیم اور محمد بن حاتم الشامی، احمد بن محمد العلوی النسابہ، نجم الدین ابونصر محمد الموسوی وصفی الدین محمد بشیر العلوی الحسینی کو کتاب "الاسرار المودعۃ فی ساعات اللیل والنہار" کے نقل کرنے کا اجازہ دیا گیا ہے۔

۱۹ — الاجازات فیما یخصنی من الاجازات :

اس کتاب میں ابن طاؤوس نے کتب روائی کے طرق کو بیان کیا ہے۔

۲۰ — الاقبال بالاعمال الحسنۃ فیما یعمل مرۃ فی السنۃ :

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد میں شوال سے ذی الحجہ تک کی دعائیں

ہیں۔ دوسری جلد میں محرم سے شعبان تک کی دعائیں ہیں۔ یہ کتاب ۱۴ جمادی الاول ۶۰۵ھ بروز دوشنبہ کربلائے معلیٰ میں تمام ہوئی البتہ بعد میں بھی بعض مناسبات سے کتاب میں اضافہ کیا گیا ہے۔

⑥١— **الاصطفاء فی اخبار الملوک والخلفاء :**

یہ کتاب عمومی تاریخ خلفاء اور سید ابن طاؤس کے آباء واجداد کی جزئیات کے بارے میں ہے۔

⑥٢— **جمال الاسبوع فی کمال العمل المشروع :**

یہ کتاب ۴۹ ابواب پر مشتمل ہے شروع کے ۹ ابواب میں ایام ہفتہ کی دعائیں ہیں اس کے بعد اصل کتاب روز جمعہ اور مختلف دعاؤں پر مشتمل ہے۔

⑥٣— **کتاب الکرامات :**

یہ بہت عظیم کتاب ہے اس میں علمائے دین و بزرگان دین کے کرامات کا ذکر ہے، حالت نماز و کربلائے معلیٰ کی زیارت کے وقت مومنین کرام کو موذی حیوانات ضرر نہیں پہونچاتے وغیرہ بیان کیا گیا ہے۔

⑥٤— **کشف المحجہ لثمرۃ المہجہ :**

اس کتاب کا دوسرا نام "اسعاد ثمرۃ الفؤاد علی سعادۃ الدنیا والمعاد" رکھا تھا اس کتاب کی تالیف ساٹھویں سالگرہ پر یعنی ۱۵ محرم ۶۴۹ھ کربلائے معلیٰ میں شروع

کی اور سال کے آخر میں تمام کردی۔ اس مجموعہ کو آپ نے اپنے فرزند محمد وعلی جو اس وقت چھوٹے تھے ہدیہ کے طور پر دی ان کے لئے اس کتاب میں اجازے بھی شامل ہیں۔

۲۵ —— **لباب المسرۃ من کتاب مزار ابن ابی قرۃ:**

آپ کے بھتیجے عبدالکریم نے اس کتاب کی نسبت آپ کی طرف دی ہے یہ کتاب "المزار ابن ابی قرۃ" سے منتخب کی گئی ہے۔

۲۶ —— **اللہوف علی قتلی الطفوف:**

واقعۂ کربلا اور روز عاشورہ کے حوادثات کو قلمبند کیا گیا ہے۔

۲۷ —— **المنامات الصادقات:**

وہ خواب جو بیداری کے بعد صادق واقع ہوئے ہیں اس کتاب کا موضوع ہیں۔

۲۸ —— **مسالک المحتاج الی معرفۃ مناسک الحج:**

حج کے فرائض کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔

۲۹ —— **المصرع الشین فی قتل الحسینؑ:**

۳۰ —— **کتاب المزار:**

اس کتاب میں ائمۂ معصومینؑ کی زیارات کے آداب کو بیان کیا گیا ہے ۔

(۳۱)—— المضمار للسباق واللحاق بصوم شہر اطلاق الارزاق وعتاق الاعناق :

ماہ مبارک رمضان کی دعائیں نقل کی گئی ہیں اور دوسرا عنوان "مضمار السبق فی میدان الصدق" ہے۔

(۳۲)—— مصباح الزائر وجناح المسافر :

کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے پیشوایان دین اور متقی و پرہیزگار لوگوں کی قبر پر پڑھی جانے والی زیارتوں کا ذکر ہے جیسے سلمان فارسیؓ، نوّاب خاص امام زمانہؑ، حکیمہ خاتون وغیرہ ۔

(۳۳)—— مہج الدعوات ومنہج العنایات :

(۳۴)—— محاسبۃ النفس :

یہ کتاب "محاسبۃ الملائکۃ الکرام آخر کل یوم من الذنوب والآثام" کے نام سے بھی مشہور ہے اس کتاب میں حساب خداوندی کے لئے آمادگی کو بیان کیا گیا ہے ۔

(۳۵)—— المہمات فی صلاح المتعبد والتتمات لمصباح المتہجد :

یہ کتاب درحقیقت "المہمات والتتمات" کے عنوان سے مشہور ہے حقیقت میں یہ کتاب شیخ طوسی کی کتاب مصباح المتہجد کی تکمیل ہے مختلف اوقات کی دعائیں مع اہمیت

کے ذکر کی گئی ہیں ۔

(۳۶)—— المجتنیٰ من الدعار المجتبی :

یہ کتاب مؤلف کے آخری کارناموں میں سے ہے کیونکہ اس کتاب میں آپ نے اپنے بھائی اور دوست محمد بن محمد آوی کی وفات کا ذکر کیا ہے محمد آوی کی رحلت ۶۵۴ھ میں ہوئی تھی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی دعا سے متعلق ہے ۔

(۳۷)—— مختصر کتاب ابن حبیب :

قوی احتمال ہے کہ مؤلف نے یہ کتاب "من استجیب دعوتہ" کی تلخیص کے طور پر مرتب کی ہے جسے محمد بن حبیب نے تالیف کیا تھا، ایام جاہلیت اور بعثت کے بعد کی داستانیں نقل کی ہیں اور اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ذی القعدہ و رجب میں دعاؤں کے مستجاب ہونے کا احتمال بہت زیادہ ہوتا ہے ۔

(۳۸)—— المنتقی من العوذ والرقی :

کلمات الٰہی و تعویذات کے صحیح استفادہ کے جائز ہونے کو اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے ۔

(۳۹)—— المواسعہ والمضایقہ :

یہ رسالہ ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۶۶۱ھ میں مکمل ہوا دو متضاد نظریات کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کو اپنے وقت میں ادا نہ کرے تو کیا حکم ہے اس کتاب میں مؤلف کی زندگی کے گوشوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور وہ لوگ جو امام زمانہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں ان کے قصے بھی مذکور ہیں۔

(۴۰) — القبس الواضح من الجلیس الصالح :

یہ کتاب ابوالفرج المعافی بن زکریا متوفی سنہ ۳۹۰ھ کی کتاب "الجلیس الصالح الکافی والانیس الناصح الشافی" کا اقتباس ہے۔

(۴۱) — ربیع الالباب :

یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے اس میں نیکوں و پرہیزگاروں کی داستانیں ہیں۔

(۴۲) — ری الظمآن من مروی محمد بن عبداللہ بن سلیمان :

اس کتاب میں عبداللہ بن سلیمان الحضرمی مشہور بہ ابن مُطَیَّن کی روایات کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کی برتری وفضیلت ثابت کی گئی ہے۔

(۴۳) — روح الاسرار وروح الاسمار :

سید ابن طاؤس اس کتاب کو اپنی شروع کی کتابوں میں بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کو محمد بن عبداللہ بن علی بن زہرہ الحلبی کی درخواست پر مکہ معظمہ کی

مسافرت پر حلہ یعنی اپنے وطن میں تالیف کیا تھا۔

(۴۴)—— **السعادات بالعبادات آلتی لیس لہا اوقات معینات :**

اس کتاب میں ان عبادات کو ذکر کیا گیا ہے جن کے لئے معین وقت نہیں ہے۔

(۴۵)—— **سعد السعود للنفوس، المنضود من کتب وقف علی بن موسی بن طاؤوس :**

(۴۶)—— **شرح نہج البلاغہ :**

(۴۷)—— **شفاء العقول من داء الفضول فی علم الاصول :**

اس کتاب کو آپ نے مقدمہ علم کلام کے طور پر تحریر کیا ہے اپنی عادت کے مطابق اسے بہت جلد مرتب کیا۔ آپ کے قول کے مطابق علم کلام پر یہ آپ کی واحد کتاب ہے اس لئے کہ تمام انبیاؑ نے بغیر علم کلام کے کار رسالت انجام دیا ہے ابن طاؤس نے بھی انھیں کی پیروی کی ہے[1]

(۴۸)—— **کتاب التحصیل من التذییل :**

یہ کتاب چار جلدوں پر ہے جو ابن النجار کی کتابؒ ذیل تاریخ بغدادؒ کی تلخیص ہے۔

---

[1] واضح ہے کہ سید ابن طاؤس کا مقصد اس زمانہ میں رائج علم کلام تھا جو نہ یہ کہ مفید نہیں تھا بلکہ اصلی مباحث کے لئے مانع ہوتا تھا ورنہ وہ علم کلام جو لوگوں کے شبہات کا ازالہ کرے، دشمن کو خاموش کردے یقیناً ضروری علم ہے۔

۴۹ — التحصین فی اسرار مازاد من اخبار کتاب الیقین :

حضرت علی علیہ السلام کی برتری وفضیلت میں ۵۶ روایتیں جمع کی ہیں جو کتاب "الیقین" کی تکمیل کے عنوان سے ہے۔

۵۰ — کتاب التمام لمہام شہر الصیام :

ماہ مبارک رمضان کی دعاؤں کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔

۵۱ — تقریب السالک الی خدمۃ المالک :

۵۲ — الطرائف فی مذاہب الطوائف :

سید ابن طاؤس نے یہ کتاب "عبد المحمود بن داؤد المضری" کے نام سے لکھی ہے ایسا لگتا ہے کہ اس کتاب کو آپ نے تقیہ کی صورت میں تمام کیا ہے اس کتاب میں غیر مسلم شخص مسلمانوں کے مناظروں کو سنتا ہے اور مذہب شیعہ کا انتخاب کرتا ہے۔

۵۳ — کتاب التراجم فیما ذکرہ عن الحاکم :

۵۴ — کتاب التعریف للمولد الشریف :

اس کتاب میں آپ نے رسول اکرمؐ اور اہل بیتؑ کی تاریخ ولادت ووفات کو بیان کیا ہے۔

(۵۵)—— التشریف بالمنن فی التعریف بالفتن :

(۵۶)—— التشریف بتعریف وقت التکلیف :

سید ابن طاؤس نے یہ کتاب ۹ محرم ۶۵۸ھ کو اپنے فرزند کی پندرہویں سالگرہ کے موقعہ پر تحریر کی ہے اس کتاب میں آپ نے بیان کیا ہے کہ جب بچہ سنِ بلوغ کو پہنچے تو خوشی منانی چاہیئے لیکن اس دن کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ آپ اعزاء و اقارب سے کہتے ہیں کہ اس دن شکر خدا بجالا کر صدقہ دیں اور اس دن کی خاص اہمیت کے قائل ہوں۔

(۵۷)—— کتاب التوفیق للوفاء بعد تفریق دار الفناء :

(۵۸)—— طُرَف الانباء والمناقب فی شرف سید الانبیاءؐ و عترتہ الاطائب :

(۵۹)—— الیقین فی اختصاص مولانا علیؑ بامرۃ المومنین :

(۶۰)—— زہرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع :

بعض محققین کے مطابق اس کتاب میں ایام ہفتہ کی دعائیں جمع کی گئی ہیں حجم کے اعتبار سے یہ "جمال الاسبوع" کے برابر ہے "جمال الاسبوع" میں جمعہ کے دن کی دعائیں ہیں اور اس میں دوسرے ایام کی دعائیں موجود ہیں۔ (۸۸)

اگر سید ابن طاؤس کی تمام کتابوں پر نظر ڈالیں تو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ نصف

سے زیادہ تالیفات دعاؤں کے سلسلہ میں ہیں یہ دو چیزوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

(۱) — اس دور میں شیعیان علیؑ پر ایک خاص دور تھا اجتماعی اور سیاسی مشکلات بہت زیادہ تھیں اگرچہ بنی عباس نے ظاہری طور پر سید ابن طاؤس کے لئے آسائشیں مہیا کی تھیں لیکن شیعیان علیؑ سے خصوصی دشمنی تھی انھیں کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی۔

ایسے نازک دور میں شیعیان علیؑ کے لئے دعا اور توسل معصومینؑ ہی نجات کا ذریعہ تھا لیکن اس دور میں دعاؤں کی کتابیں موجود نہ تھیں لہٰذا سید ابن طاؤس نے اس مشکل کو درک کیا کہ مومنین کو کتب ادعیہ کی ضرورت ہے لیکن کتابیں موجود نہیں ہیں لہٰذا اگر کتابیں تالیف کی جائیں تو دعاؤں کا اثر اور زیادہ بڑھے گا آپ نے ہمت کی اور کتابیں لکھنی شروع کردیں ورنہ آج بہت سی دعائیں جو معصومینؑ سے مروی ہیں ہمارے ہاتھوں میں نہ ہوتیں۔

(۲) — ان تالیفات سے خود سید ابن طاؤس کی علمی شخصیت نمایاں ہوتی ہے اس عارف کامل نے سات مذہبی شہروں کا مسلسل سفر کیا قربت خداوندی اور معصومین علیہم السلام کے وسیلہ کی پوری لذت حاصل کی لہٰذا بہتر سمجھا کہ اس معنوی مٹھاس کو مومنین کرام کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کریں اور مومنین اس سے استفادہ کر کے معنوی مراحل طے کریں۔ نیک بختی اور منزل کمال تک رسائی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی راستہ نہ تھا۔

انھیں عوامل کے باعث آپ نے دعائیں مرتب کیں جسے مومنین نے خوب پسند بھی کیا قرآن کریم کے ساتھ معنوی غذا کے لئے ایک عرصۂ دراز تک یہ کتابیں مسجدوں و گھروں میں موجود رہیں۔

ج: اولاد

سید ابن طاؤس کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں (۸۹) سب کے سب اعلیٰ مراحل پر فائز تھے لیکن افسوس کی بات ہے کہ باپ کے مقام و منزلت کو کسی نے بھی درک نہ کیا جس کی بنا پر مؤرخوں کی توجہ کا مرکز نہ بن سکے لے

محمد المصطفیٰ آپ کے بڑے فرزند تھے ۹ محرم ۶۴۳ھ حلہ میں آپ متولد ہوئے دوسرے فرزند علی تھے جو ۸ محرم ۶۴۷ھ نجف اشرف میں متولد ہوئے (۹۰) ان کی ولادت کے بعد آپ نجف سے کربلا چلے گئے وہیں "کشف المحجہ" جیسی عظیم کتاب اپنی اولاد کے لئے تالیف کی۔

اولاد اناث میں شرف الاشراف اور فاطمہ کا نام تاریخ میں موجود ہے۔ اگرچہ سید ابن طاؤس کی تربیت اولاد کے سلسلہ میں تاریخ خاموش ہے یا بہت مختصر بیان کرتی ہے لیکن دوسرے بہت سے ایسے شواہد ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سخت ماحول میں بھی اپنی اولاد کی تربیت بڑے اچھے ڈھنگ سے کی تھی۔

بچے کے سن بلوغ پر پہونچنے پر ایک خاص اہتمام کرنا و خوشی منانا اس بات کی

لے اس کے علاوہ ممکن ہے کہ مؤرخوں کی توجہ کا مرکز نہ بننے کی وجہ خود سید ابن طاؤس کی وصیت رہی ہو یعنی آپ نے اولاد سے وصیت کی ہو کہ درباریوں سے رفت و آمد نہ رکھیں جس کے نتیجہ میں شہرت کا باعث نہ بنے ہوں۔

دلیل ہے کہ آپ فرزند کی حق جوئی و پرورش روح میں خاص کوشاں تھے۔ روزِ سنِ بلوغ کوئی معمولی دن نہیں ہے بلکہ آغاز زندگی کے لئے ایک خاص دن ہے، آج ہی کے دن حیوان سے رشتہ منقطع ہوتا ہے اب بندہ استقلال حاصل کرتا ہے، آج کا دن وہ عظیم دن ہے کہ خدا اپنی بزرگی و عظمت کے باوجود بندے سے خطاب کرتا ہے اور اس سے گفتگو کرتا ہے۔

سید ابن طاؤس کی نگاہ میں بلوغ کا دن ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، آج کے دن سے انسان کو وہ موقعہ فراہم ہوتا ہے کہ تمام پستیوں کو پیچھے چھوڑ کر نیکبختی و سعادت کی طرف قدم بڑھائے۔ سید ابن طاؤس اپنے ایک فرزند سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اے بیٹا! میں نے تمھاری بہن شرف الاشراف کو بالغ ہونے سے پہلے ہی جہاں تک ہوا احکام دین یاد کرائے اسے احساس دلایا کہ سنِ بلوغ، روز شرافت و کرامت ہے، یہ ایک فضیلت ہے جو خدا بندے کو عطا کرتا ہے، آج یہ افتخار تمھیں بھی نصیب ہوا ہے"۔(۹۱)

بچوں کی تربیت پر آپ نے جو خاص اہتمام کیا تھا اس کے نتیجہ میں آپ کی دونوں لڑکیاں شرف الاشراف اور فاطمہ کمسنی میں ہی بلند علمی مراتب حاصل کر لیا تھا دونوں حافظ قرآن تھیں۔ سید ابن طاووس نے ۶۵۱ھ میں "سعد السعود" تحریر کیا اس کتاب میں آپ اپنی لڑکیوں پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں (۹۲) "میری دونوں لڑکیاں حافظ قرآن ہیں"۔ آپ کی تحریر سے لڑکیوں کے تقویٰ و پرہیزگاری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے بچوں کی تربیت کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔

حوالے

(۱) فیض العلام فی عمل الشہور ووقائع الایام : شیخ عباس قمیؒ، صفحہ ۱۵۸
(۲) روضات الجنات : خوانساریؒ جلد ۴ صفحہ ۳۱۵
(۳) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ واحوال وآثار او، آتان گلبرگ : سید علی قرآئی ورسول جعفریان ص۱۹
(۴) مقدمۂ برنامۂ سعادت : سید محمد باقر شہیدی گلپائگانی صفحہ ۲
(۵) روضات الجنات جلد ۴ صفحہ ۳۲۵
(۶) کتابخانۂ ابن طاؤس صفحہ ۲۰
(۷) فیض العلام صفحہ ۱۴۳
(۸) روضات الجنات جلد ۴ صفحہ ۳۲۷
(۹) مقدمۂ کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ : سید ابن طاؤس، سید محمد باقر شہیدی گلپائگانی ص۶
(۱۰)(۱۴) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ، سید ابن طاؤس، فصل ۱۴۳، نسخۂ کتابخانۂ آیت اللہ مرعشیؒ
(۱۵) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۲۵
(۱۶) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۲۵
(۱۷) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۲۶
(۱۸) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص۲۰
(۱۹) کتابخانۂ ابن طاؤس ص۲۱

(۲۰-۲۲) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص۲۲ و ص۲۳

(۲۳-۲۴) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۲۶-۱۲۷

(۲۵-۲۷) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۲۸

(۲۸) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۳۰

(۲۹-۳۲) بحار الانوار : محمد باقر مجلسیؒ جلد ۵۲ ص۶۱ و ص۶۴

(۳۳) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص۳۴

(۳۴) روضات الجنات جلد ۴ ص۳۳۶

(۳۵) مقدمۂ برنامۂ سعادت ص۴۷

(۳۶) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۲۲

(۳۷-۴۰) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۹۹ ، ۱۰۰ ، ۱۱۷ ، ۱۲۸

(۴۱) نجم الثاقب ص۲۹۳

(۴۲) مہج الدعوات : سید ابن طاؤس ص۲۶۸

(۴۳) نجم الثاقب ص۲۹۶

(۴۴-۴۵) کشف المحجۃ لثمر المہجۃ فصل ۱۳۱

(۴۶) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص۲۷

(۴۷-۵۷) نجم الثاقب ص۲۸۵ و ص۲۸۶

(۵۸) مستدرک وسائل الشیعہ : حسین نوری طبرسیؒ ص۴۶۸

(۵۹) مستدرک وسائل الشیعہ ص۴۶۸ و ص۴۶۹ و نجم الثاقب ص۲۸۷ و ص۲۸۹

(۶۰) نجم الثاقب ص۲۸۹ و ص۲۹۰

(۶۱) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۲۳ ، ۱۲۴

(۶۶) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۳۴

(۶۷) روضات الجنات جلد ۴ ص ۳۲۷

(۶۸) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص ۲۸

(۶۹-۷۰) کشف المحجۃ لثمرۃ المہجۃ فصل ۱۳۴

(۷۱) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص ۲۹

(۷۲-۷۳) مفاخر اسلام: علی دوانی جلد ۴ ص ۶۸

(۷۴) کتابخانۂ ابن طاؤس ص ۳۷

(۷۵) خواجہ نصیر الدین طوسیؒ: مصطفیٰ بادکوبہ ای ہزادہ ای ص ۲۳۷

(۷۶) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص ۲۹

(۷۷) فیض العلام ص ۱۷۲

(۷۸) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص ۲۹

(۷۹) کتاب خانۂ ابن طاؤسؒ ص ۲۹ و ص ۳۰

(۸۰) فیض العلام ص ۱۷۲

(۸۱) کتابخانۂ ابن طاؤس ص ۳۰

(۸۲) خواجہ نصیر الدین طوسیؒ ص ۲۳۶

(۸۳) ہدیۃ الاحباب: شیخ عباس قمیؒ ص ۸۰

(۸۴-۸۵) کتابخانۂ ابن طاؤس ص ۳۳

(۸۶) روضات الجنات جلد ۴ ص ۳۳۷

(۸۷) مقدمۂ برنامۂ سعادت ص ۸

(۸۸) کتابخانۂ ابن طاؤس ص ۵۰ و ص ۱۱۱

(۸۹-۹۰) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص۳۸، ص۲۳، ص۲۸

(۹۱) اعیان الشیعہ: سید محسن امین جلد ۷، ص۳۳۶

(۹۲) کتابخانۂ ابن طاؤسؒ ص۳۸

(۹۳) اعیان الشیعہ جلد ۷، ص۳۳۶

(۹۴) اعیان الشیعہ جلد ۸ ص۳۹۰

(۹۵) مفاخر اسلام جلد ۴ ص۵۹

(۹۶-۹۷) منتہی الآمال: شیخ عباس قمیؒ ص۱۹۴

(۹۸) علمائے بزرگ شیعہ از کلینیؒ تا خمینیؒ: جرفادقانی ص۵۵

(۹۹) کتابخانۂ ابن طاؤس ص۳۵

تمت